رسائل لسٹ لی ۱۹۲۹ء ۲۲۴ — رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینهون عن المنکر واولئک هم المفلحون

رسالہ
اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت للعہ سالانہ — قیمت صہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ۔ درخواست ہائے خریداری بنام مینیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۲۹ء

رفیق عام پریس ریلوے روڈ لاہور میں باہتمام بابو منظور الٰہی پرنٹر چھپ کر شائع کیا

ووکنگ مسلم مشن ریزرو فنڈ

مشن ووکنگ کو یورپ میں قائم ہوئے سترھواں سال ہے فضل ربی اور مسلمانان عالم کی مسلسل توجہ سے آج تک انگلستان جیسی گراں سرزمین پر کبھی بھی اس مشن کو مالی مشکلات پیش نہیں ہوئیں - اس محولہ بالا فنڈ کے اجرا کی غرض یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ پس انداز رقم بطور میعادی سرمایہ جمع کیا جائے جو آڑے وقت کام آئے ۔ اور اس فکسڈ ڈیپازٹ کا سالانہ منافع مشن کے گرانبار اخراجات کے کچھ حصہ کا کفیل ہو ۔ اگر مسلم بھائی اپنی اور اپنے دوست احباب کی توفیق و اقارب کے تمام صدقات - خیرات - نذر ریجینٹ کو اس فنڈ میں ارسال فرمانے کا اہتمام فرمائیں تو مشن کی ہمیشہ کے لئے مالی تقویت کا موجب ہو سکتا ہے +

اسلامک ریویو انگریزی

یہ رسالہ ہر ماہ انگریزی زبان میں حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کی زیر ادارت شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) سے شائع ہوتا ہے - اس کی کئی ہزار کاپیاں دنیا کے غیر مسلم طبقہ اور نامبر یریوں میں مفت تقسیم ہوتی ہیں - اس میں تعلیم الاسلام کو نہایت ہی فلسفیانہ اور فاضلانہ رنگ میں پیش کیا جاتا ہے مسلم مصنفین کے علاوہ نو مسلم احباب کے بھی ایسے مضامین درج ہوتے ہیں مخالفین کے اعتراضات کا جواب نہایت متانت و سنجیدگی سے دیا جاتا ہے - اور ہر ماہ کے رسالہ میں ایک نو مسلمین کے فوٹو شائع ہوتے ہیں جو مشن ووکنگ کے ذریعہ حلقہ بگوش اسلام ہوتے رہتے ہیں - سالانہ چندہ ہندوستان میں ہے

ووکنگ مسلم لٹریری فنڈ

یہ ایک ٹرسٹ ہے جو ووکنگ میں قائم ہوا ہے جس کے ٹرسٹیز جناب لارڈ ہیڈلے فاروق باقابلیہ (نو مسلم) جناب سر عباس علی بیگ سابق ممبر انڈیا کونسل حضرت خواجہ کمال الدین صاحب امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان) ہیں - اس ٹرسٹ کی غرض و غایت انگریزی زبان میں اسلامی لٹریچر پیدا کرنا - اسکی طباعت اور اسکی وسیع پیمانہ پر مفت و قیمتاً نشر و اشاعت کرنی ہے - اور جہاں جہاں لیکچروں یا تقریروں کی رسائی نہیں ہو سکتی - ان گوشوں تک اسلام کی دعوت کو لٹریچر کے ذریعہ پہنچاتا ہے - اس وقت یہ ٹرسٹ نصف درجن سے زیادہ انگریزی کتب شائع کر چکا ہے جو از حد مقبول ہوئی ہیں - اس ٹرسٹ کی سنسنی خیز مطبوعات نے بہت ہی قلیل عرصہ میں یورپین توجہ کو جذب کر لیا ہے - اس ٹرسٹ کی کتب خریدنا اور اس کی امداد ہر مسلم کا فرض اولین ہے +

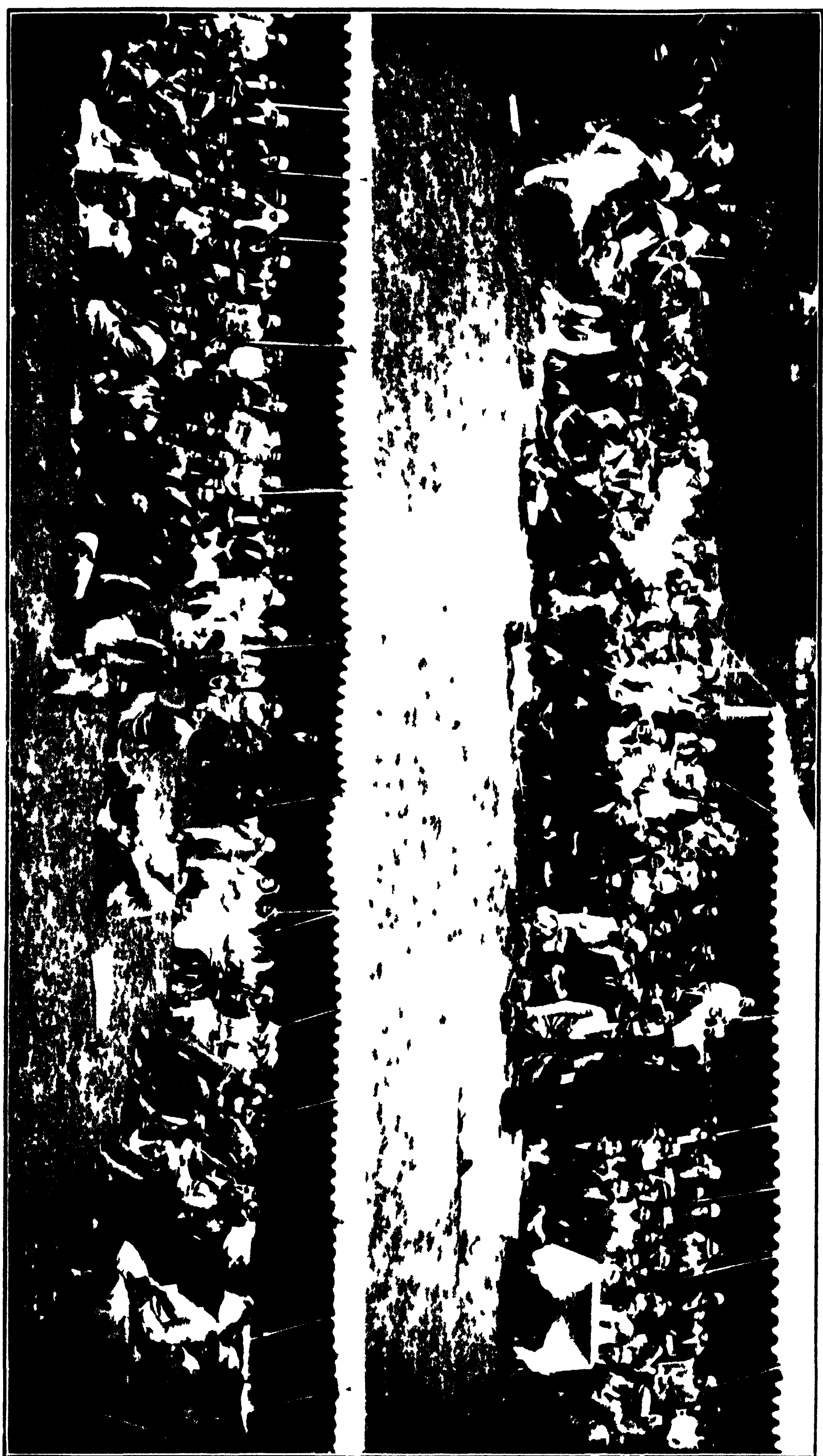
آجکل احادیث نبوی کا انگریزی ترجمہ ٹرسٹ کے زیر طباعت ہے - اس کے علاوہ مشہور آفاق کتاب

"آسمانی بادشاہت" اور اس کا چارٹر

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب انگریزی میں ترتیب دی جا رہی ہے - اور اس کا برانچ آفس

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہے

تمام خط و کتابت و ترسیل زر بنام سیکرٹری مسلم مشن ووکنگ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) ہونی چاہئے



جلد ۱۵ | بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۲۹ء مطابق ربیع الاول سنہ ۱۳۴۸ھ | نمبر ۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست ۱۹۲۹ء
نمبر (۸)

شذرات

تشریح تصویر: اس ماہ کے رسالہ کو عید الاضحیٰ کے مجمع کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے جسمیں جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائمقام امام مسجد ووکنگ خطبہ عید فرما رہے ہیں۔ اس سعید تقریب کی مفصل روئداد و کوائف تو اشاعت گذشتہ میں نذر ناظرین کئے جا چکے ہیں +

تصویر کے بالائی حصہ میں مجمع کا وہ حصہ ہے۔ جو جناب امام صاحب کے بائیں طرف ہے۔ اور کہ جسمیں (۱) عالیجناب رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ (الفاروق) (۲) ہز ایکسلنسی جناب حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمایندہ حکومت حجاز و نجد (۳) جناب ولیعہد صاحب ریاست مالیر کوٹلہ (۴) جناب لفٹیننٹ کرنل نواب سر ملک عمر حیات خاں صاحب ٹوانہ (۵) جناب سیٹھ غلام حسین قاسم عارف ملک التجار کلکتہ۔ اور میڈم زینب اسک کے اسمائے گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

تصویر کے زیرین حصہ میں وہ احباب ہیں۔ جو جناب امام صاحب کے دائیں جانب تھے +

اس شاندار تقریب میں امسال چار صد کے لگ بھگ اصحاب نے شرکت کی ہے۔ یہ اجتماعی نظارہ نہایت ہی باصرہ نواز اور جاذب نظر ہے۔ اور نیز اسکی بناء پر اسلام کی حیرت انگیز قوت اختلاط باہمی کا ثبوت ملتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ عید کے موقعہ پر اہل مغرب کے سامنے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام کی اخوت کس قدر شاندار اور عالمگیر ہے۔ اور اس اخوت کو پیش کر کے اسلام دیگر اقوام کو دعوت دیتا ہے۔ بلکہ ان کے سامنے ایک اسوۂ حسنہ پیش کرتا ہے +

مسلمان اور حفظانِ دندان

زمانۂ وسطیٰ کے مسلمان اور عیسائیوں کے متوازی تاریخ کا مطالعہ تقابل کی بہت سی نظیریں پیش کرسکتا ہے۔ اور اسی ضمن میں ان دونوں مذاہب کے مقلدین کی تمدنی حالتوں کے روشن اور دلچسپ نظارے بھی سامنے آجاتے ہیں۔ اور ان حالات کے بعض پہلو براہِ راست ان مذاہب کی تعلیمات پر منتہی سمجھے جاتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں مغربی تہذیب کے زیرِ اثر جو ترقی مختلف علوم میں ہوئی ہے اسکی بنا پر صورتِ حال بہ نوعِ دیگر ہوگئی ہے۔ اور موجودہ مسلمانوں کی نگاہیں اس ترقی کی وجہ سے اس قدر خیرہ ہوگئی ہیں۔ کہ اگر ایکطرف وہ اپنے اسلاف کے شاندار کارناموں کو بھلا بیٹھے تو دوسری طرف مرعوب ہو جانے کی وجہ سے اپنے جائز حقوق اغیار حوالہ کردیئے مثلاً شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ہوگا۔ جو مندرجہ ذیل اقتباس از فارٹ نائٹلی ریویو مورخہ جون ۱۹۲۹ء صفحات ۸۰۴ تا ۸۰۷ پڑھے اور متعجب نہ ہو۔

زمانہ وسطیٰ میں جو معیارِ تہذیب مشرق اور مغرب میں معین تھا، اس کے اختلاف کی مثال اس سے بہتر نہیں مل سکتی۔ کہ جب زمانہ میں یہ منافرت انگیز مصلح انگلستان میں ترویج پا رہا تھا۔ اس زمانہ میں عرب کا ایک مشہور طبیب، صرف بذریعہ ادویہ دانتوں کی صفائی پر زور دے رہا تھا۔ بلکہ محض سادہ پانی غرغرہ کرنا بھی مفید (دہن) بتا رہا تھا۔ سچ تو یہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کی ان خدمات کا صحیح طور پر اعتراف نہیں کرتا جو انھوں نے زمانۂ وسطیٰ میں علوم و فنون کی نشر و اشاعت کے لئے کی تھیں۔ اگرچہ اُن کے طریق معالجہ نے یونانیوں کے غلط اصولوں کی رفتہ رفتہ بالکل ہی اصلاح کردی لیکن بعض امور مثلاً کرم خوردہ دانتوں میں سونا بھرنا، یہ مفید کام خلیفہ ہارون رشید کے خاص طبیب کو ۸۳۰ء ہی میں معلوم تھا۔ اور ابوالقاسم جو فن جراحی میں عدیم النظیر گزرا ہے۔ فی الواقع اپنے زمانہ سے برسوں آگے تھا۔ اور اس نے مشہور مرضِ دندان یعنی "پایوریا" کے معالجہ میں بہت سے اصلاحی امور دریافت کئے۔ یہ مرض اس زمانہ میں بھی ویسا ہی عالمگیر تھا جیسا کہ اب ہے، اس سے پہلے حکیم ابوبکر رازی فارسی النسل نے افیون کی ترکیب سے بعض امراض دندان کا علاج دریافت کیا۔ اور کھوکھلی داڑھوں میں زہر کا مرکب بھرنے کا طریقہ بھی معلوم کیا۔ افسوس کہ اس کو یہ بات از خود دریافت کرنی پڑی حالانکہ اس سے پہلے اہل چین ان باتوں کو معلوم کر چکے تھے"۔

اس اقتباس سے یہ بات بھی ذہن نشین ہو جائیگی۔ کہ جو قومیں اپنے شاندار تاریخی زمانۂ ماضی کو فراموش کردیتی ہیں۔ اور اس حقیقت کو نہیں معلوم کرتیں۔ کہ موجودہ زمانہ ماضی سے بنتا ہے۔ اور آئندہ زمانہ موجودہ زمانہ سے بنیگا، یقیناً وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ جائینگی۔ یہ تصریحات ناقص رہینگی اگر ہم رسول کریم صلعم کی وہ حدیث اس جگہ

ذریج کریں جس میں وہ تعلیم مضمر ہے جو مسلمانوں میں حفظان دنداں کا باعث ہوئی - چنانچہ آپؐ فرماتے ہیں:-
"اگر میری اُمت پر اس کا مسلسل استعمال ناگوار نہ ہوتا تو میں یہ حکم دیتا کہ ہر نماز سے پہلے مسواک کی جائے" +

اب ایک لمحہ کے لئے مسیحی تمدن کی تصویر بھی دیکھ لیجئے۔ اسی رسالہ میں یہ سطور مندرج ہیں :-
"جان گیڈسڈن جو آکسفورڈ کا ایک نامی ڈاکٹر تھا۔ درد دنداں کا علاج ان الفاظ کو تجویز کرتا ہے باپ بیٹے اور روح قدس کے نام سے آمین۔ رکس پنٹیس سکیپ ان کرسٹو فائیلیو عموماً مریض کے دانتوں پر یہ الفاظ روشنائی سے لکھ دیئے جاتے تھے۔ اور لکھا ہے کہ درد کافور ہو جاتا تھا معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ اس قسم کے بہت سے تعویذ اب بھی محفوظ ہیں۔ اور فرانس جرمنی اور انگلستان کے بعض حصوں میں اب بھی کام میں لائے جاتے ہیں۔ ان تعویذوں کی اسناد میں اُن لوگوں کا حال بھی لکھا ہے۔ جن کو اُن تعویذوں سے فائدہ پہنچا آخر میں دانتوں کے محافظ ولی سینٹ اپالینا کا تذکرہ بھی موجود ہے بیسویں صدی میں جبکہ روز افزوں آبادی کی ضروریات جسمانی کو پورا کرنے کے لئے متعدد سند یافتہ اطبا موجود ہیں یقیناً کہا جا سکتا ہے۔ کہ کوئی شخص ان بے سود امور کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایک طبی رسالہ میں کسی پریشان مستفسر کے جواب میں لکھا گیا تھا کہ بجائے تعویذ گنڈے کے لازم ہے۔ کہ اپنے بچے کے دانتوں کی صفائی کیلئے کیمیاوی مصلح دنداں کا استعمال کریں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اس زمانہ میں بھی دانتوں کے مریضوں کو یہ نسخہ تجویز فرما دیتے ہیں کہ ۲۶ عدد مینڈک پکڑ لو۔ ان کے دل نکال کر تیل میں حل کر لو اور ایک بوند روز کان میں ڈالو۔ تو درد جاتا رہیگا۔ بعض اس سے بڑھ کر مضحکہ انگیز علاج بتاتے ہیں یعنی کسی مُردہ سانپ کی کینچلی تیل میں ڈال کر جوش دے لو اور پھر اسے درد والے دانت میں لگاؤ۔ بہر حال یہ دونوں نسخے جان گیڈسڈن صاحب کے مجرب نسخہ سے بہتر ہیں +

اسلام کے نقش قدم پر کہ ہم لوگ ایسے زمانہ میں رہ رہے ہیں جبکہ ہوائی جہازوں اور لاسلکی کی بدولت بُعد مکانی روز بروز کم ہوتا جاتا ہے۔ اور اس وجہ سے اتحاد باہمی کی نظائر کا پیدا کرنا اور اختلاف کو پس پشت ڈالنا خوشگوار معلوم ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل اقتباس جو کہ ٹوورلڈ مورخہ ۷ مئی ۱۹۲۹ء سے لیا گیا ہے نہایت خوشی کے ساتھ پڑھے جانے کے لائق ہے:- خدا کا تصور در اصل ارواح پرستی اور تعدد الٰہ کے عقائد کی ترقی یافتہ شکل ہے جو توحید میں ظاہر ہوا۔ اگرچہ یہ تصور اپنی حقیقت کے لحاظ سے مختص بالارض ہے یعنی خدا کو اس زمین ہی پر موجود مانا گیا ہے اور کہیں نہیں۔ چونکہ انسانوں کا تخیل کائنات محدود تھا۔ اس بحران کا

تخیل مذہبی بھی محدود ٹھیرا۔ چنانچہ بائیبل میں تخلیق عالم کا جو فسانہ مرقوم ہے۔ وہ اس نظریہ پہ شاہد ہے +

کاپرنیکس اور گیلیلیو کی تحقیقات کی بناء پر جو تنازع مذہب اور سائنس میں واقع ہوا وہ اب ایک تاریخی حقیقت ہے۔ اور ہمارا تخیل ارضی اس قدر وسیع ہوگیا ہے۔ کہ علماء کا تخیل اس میں غائب ہوگیا ہے۔ اور جن تخیلات سے علوم جدیدہ ہمیں روشناس کر رہے ہیں۔ افسوس ہے کہ مذہبی تخیل ان سے بہت پیچھے ہے۔ جس زمانہ میں یہ لوگ یہ سمجھتے تھے۔ کہ کرۂ ارض کائنات کا مرکز ہے۔ اور سورج ستارے وغیرہ اس کے فوائد کی خاطر بنائے گئے ہیں۔ تو خدا کو انسانی صفات سے متصف کرنے کا خیال بالکل مناسب تھا۔ لیکن اب تو وہی کائنات اس قدر وسیع ہوگئی ہے۔ کہ اس کی وسعت کا اندازہ کرنے کے لئے لاکھوں کروڑوں برسوں کا حساب لگانا پڑتا ہے۔ اور زمین ایک چھوٹا سا سیارہ ثابت ہوئی ہے جو آفتاب کے گرد گردش لگا رہی ہے۔ مختصر یہ کہ قدیم خیالات اب کسی کو تسلی نہیں دے سکتے +

اِس عبارت سے معلوم ہوگا کہ "رب العالمین" کا تصور خاص طور سے اس روشنی اور ترقی کے زمانہ کا نتیجہ ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ اسلام نے یہ تصور ساڑھے تیرہ سو سال پہلے انسانوں کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ ہر مسلمان جانتا ہے۔ کہ سورۂ فاتحہ ان الفاظ سے شروع ہوتی ہے "الحمد للہ رب العالمین" یعنی سب تعریفیں اُس خدا کے لئے ہیں جو تمام کائنات کا پالنے والا ہے۔ اور خود آنحضرت صلعم فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالے نے اٹھارہ ہزار سے بھی کچھ زیادہ عالم پیدا کئے ہیں" مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ تحریک سپرچوئلیزم (روحانیت) کی قدر پہچانیں کیونکہ اسکی بناء پر پادریوں کا زور یورپ میں کم ہو رہا ہے۔ اور وہاں کے باشندوں کا زاویۂ نظر وسیع۔ ہمارا یقین ہے کہ اس تحریک کی بدولت وہ خلیج جو عرصۂ دراز سے اسلام اور مسیحیت کے مابین حائل ہے۔ زود یا بدیر غائب ہو جائیگی +

ایک دلچسپ اور مضحکہ خیز طریق کار ہمارا خیال ہے۔ کہ بہت کم لوگ اُن تمام رسوم اور طریقوں سے واقف ہونگے۔ جو کلیسیائے انگلستان میں "بشپ" کے تقرر کے سلسلہ میں عمل میں لائے جاتے ہیں۔ "بشپ" کی حقیقت سمجھنے کیلئے نظریہ "خدمت مذہبی" کو سمجھ لینا چاہئے۔ وہ اختیارات مذہبی جو یسوع نے شاگردوں کو تفویض کئے تھے "حکومت کلیسیائی" یعنی ( )

کے ورثہ میں آ گئے۔ اور شاگردوں نے سر پر ہاتھ پھیر کر یہ قوت اپنے وارثوں کو پہنچادی۔ ان وارثوں کو "بشپ" کہتے ہیں پس بشپ یعنی اُسقف جو رُوح قدس کی مدد سے منتخب ہوتا ہے رُوحانی طور پر الٰہی طاقتوں کا وارث ہو جاتا ہے۔ جن کی بدولت وہ بعض فرائض مذہبی مثلاً لوگوں کو پادری کا عہدہ دینا کے ادا کرنے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہ بات کہ اُسقف یا پادری بعض الٰہی طاقتوں کا مالک ہو جاتا ہے۔ ایک مضحکہ خیز دعویٰ ہے۔ جس کا ابطال ان تاریخی واقعات کی بناء پر بکلی ہو جاتا ہے۔ جو ان پادریوں کی اخلاقی کمزوریوں کے متعلق سلف سے محفوظ چلے آ رہے ہیں لیکن اس مضحکہ خیزی کا اختتام اسی جگہ پر نہیں ہوتا ہوتا۔ بلکہ وہ اس وقت اپنے انتہائی نقطہ پر پہنچتی ہے جب کسی پادری کو اُسقف کے عہدہ عطا کئے جانے کے متعلق وزیر اعظم، بادشاہ سے سفارش کرتا ہے بشپ کے تقرر کا طریق یہ ہے:- وزیر اعظم سفارش کرتا ہے اور بادشاہ اپنی منظوری دے کر اُس نام کو بشپ کے حلقۂ حکومت کے کلیسیائی عہدیداروں کے پاس بھیج دیتا ہے۔ وہ لوگ دعا کرتے ہیں۔ کہ رُوح قُدس اُن کو بہترین امیدوار کو منتخب کرنے کی توفیق دے پس یہی انتہائی مضحکہ خیز بات ہے۔ کہ ہمیشہ رُوح قدس کی تائید اُسی امیدوار کے ساتھ ہوتی ہے جس کی سفارش بادشاہ کرتا ہے۔ اور واضح ہو کہ بادشاہ کی سفارش، ذاتی رجحان کی بناء پر ہوتی ہے۔ نہ کہ رُوح قدس کی تحریک سے اور سفارش ہوتی ہے۔ وزیر اعظم کی طرف سے جو بعض اوقات کلیسائے انگلستان کا رکن بھی نہیں ہوتا۔ اور نہ اسکے لئے عیسائی ہونا کوئی لازمی شرط ہے!! العجب کیا مذہبی امور میں اس سے بڑھ کر کوئی مضحکہ خیزی متصور ہو سکتی ہے؟ کوئی تعجب نہیں اگر اندریں حالات کلیسیائی اقتدار روز بروز رو بہ تنزل ہے۔ بیشک کبھی ایسا زمانہ بھی تھا۔ جب بادشاہ بغیر کلیسیائی عہدیداروں کے مشورہ کے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ اور اس نقص کو دور کرنے کے لئے بادشاہوں نے اُسقف کا تقرر اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اور رسوم کا حصہ پادریوں کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ تاکہ عوام الناس کے دلوں میں بدگمانی پیدا نہ ہو سکے۔ اس سلسلہ میں یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ کہ ملک کی طرف سے مجلس کلیسیا میں چند تجاویز پیش کی جانیوالی ہیں جن کی بناء پر یہ مضحکہ خیزی ختم ہو جائیگی۔ چھ سال کے غور و فکر کے بعد ایک مجلس بنائی گئی ہے جس میں اُسقف اعظم لارڈ سیسل اور لارڈ وولمر بھی شامل ہیں۔ ان لوگوں نے مندرجہ ذیل تجاویز مجلس کے سامنے پیش کرنے کا تہیہ کیا ہے (۱) عہدہ داران کلیسیا کو بادشاہ کی سفارش رد کرنے کا اختیار ہونا چاہیئے (۲) اُسقف اعظم کنٹربری اور یارک دونوں کو اختیار ہونا چاہیئے۔ کہ وہ کسی منتخب

امیدوار کو دینی خدمت کے لئے مقدس اور مخصوص کرنے سے انکار کر دیں۔ اور اس پر اُن سے کسی قسم کا مواخذہ نہ ہونا چاہیئے (۴) وزیر اعظم کو کسی امیدوار کا نام پیش کرنے سے پہلے ایک مجلس مشاورت کی منظوری حاصل کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد کسی کا نام بادشاہ کے سامنے پیش ہو۔

ہم بصمیم قلب ان سفارشات یا تجاویز کی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ ان کی وجہ سے پادریوں کو زیادہ ایمانی زندگی بسر کرنے کا موقعہ ملیگا۔ اور اُن افسانوں کی طویل فہرست میں سے جو کلیسائی دُنیا میں رائج ہیں، ایک فسانہ بھی کم ہو جائیگا +

اسلام نہ صرف ان مضحکہ انگیز باتوں سے پاک ہے۔ بلکہ اسمیں مذہبی خدام یعنی پادریوں کا بھی کوئی نظام نہیں ہے۔ اسلام میں تو ہر مسلمان مذہبی خادم یعنی صداقت کا علمبردار ہے سر ٹامس آرنلڈ نے اپنی کتاب "دعوتِ اسلام" کے صفحہ ۴۰۸ پر اس حقیقت پر ان الفاظ میں روشنی ڈالی ہے۔ "اسلام میں پادریوں کا منصب مطلق نہیں پایا جاتا۔ اسی لئے مسلمانوں کا تبلیغی جوش عیسائی مبلغین کی تگ و دو سے بالکل مختلف ہے۔ مسلمانوں میں نہ مشنری سوسائٹیاں ہیں۔ نہ تربیت یافتہ مبلغین ہیں۔ ہاں صوفیوں کی مختلف جماعتیں ضرور ہیں۔ جو قدیم مسیحی خانقاہی سلاسل سے مشابہ ہیں لیکن یہاں بھی وہ فرق موجود ہے۔ یعنی ان حلقوں میں کوئی ایسی بات نہیں جو اُن کو عامتہ المسلمین سے جدا کر دے۔ اور نہ مبلغین کو کار تبلیغ کیلئے مخصوص کرنے کی رسم ادا کی جاتی ہے اور نہ تبلیغ کیلئے کسی باضابطہ سند حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ ہر مسلمان ہر وقت اسلام کا مبلغ ہے اور یہ امتیاز ہی جو مسیحیت اور اسلام کو نمایاں طور پر ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے" +

برٹش مسلم سوسائٹی لندن کی تبلیغی تگ و دو اور مسلم مشن ووکنگ کے مبلغین کی امداد

برٹش مسلم سوسائٹی لندن کے زیر اہتمام ہر اتوار کو لندن مسلم نمازگاہ ۱۱۱ کمیڈن ہل روڈ لندن میں لیکچروں کا سلسلہ جاری رہتا ہے یہ لیکچر شام کو پونے چار بجے ہوتے ہیں۔ ماہ جون کے لیکچروں کے عنوانات ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:-

۱۶ جون ۱۹۲۹ء کو جناب عبدالخالق خان صاحب بی۔ اے ایم آر۔ اے۔ ایس بوہرہ مشنری نے "درویشانِ اسلام" پر لیکچر دیا +

۲۳ جون ۱۹۲۹ء جناب او۔ علی۔ ڈالسین نے مذہب اسلام پر اظہار خیالات فرمایا +

۳۰ جون ۱۹۲۹ء جناب مولوی عبدالمجید صاحب ایم۔ اے۔ بی۔ ٹی قائممقام امام مسجد ووکنگ نے "اسلام اور دولت" پر لیکچر دیا۔

اس کے علاوہ مسلم نمازگاہ لندن میں جناب مولوی عبدالمجید صاحب قائممقام امام مسجد ووکنگ بالالتزام نماز جمعہ ٹھیک ۱½ بجے ادا فرماتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مبلغین اسلام کو بیش از بیش تبلیغ اسلام کی ہمت و طاقت دے +

خواجہ عبدالغنی

لندن میں
ہزایکسیلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمایندہ حکومت نجد و حجاز
کے
اعزاز میں ایک شاندار ایٹ ہوم

جون کے اخیر برٹش مسلم سوسائٹی لندن نے عالیجناب دی رایٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے بالقابہ کی زیر سرپرستی ۱۱۱ کمپڈن ہل روڈ۔ لندن میں ہزایکسیلنسی حافظ شیخ وہاب صاحب بالقابہ نمایندہ حکومت نجد و حجاز کے اعزاز میں ایک شاندار ایٹ ہوم دیا +

جناب حافظ صاحب موصوف نومسلم انگریز بھائیوں کی کثیر جماعت کو دیکھ کر بہت ہی محظوظ ہوئے جس اسلامی تحریک (مسلم مشن ووکنگ) کا غلغلہ وہ اخبارات کے ذریعہ مدت مدید سے۔ سن رہے تھے اس تقریب پر اُس تحریک کے نتائج کو انھوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ جسے دیکھ کر آپ از حد مسرور ہوئے +

اس موقعہ پر انھوں نے اپنے دلی جذبات کا اظہار۔ عربی زبان میں فرمایا۔ جسے ترجمان نے انگریزی زبان میں سامعین تک پہنچایا۔ شیخ صاحب موصوف نے حاضرین مجلس تک اپنا سلام پہنچایا۔ اور دوران تقریر میں فرمایا کہ یورپ میں اسلام کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں تھیں۔ جو آہستہ آہستہ رفع ہو رہی ہیں۔ اخیر پر آپ نے نومسلمین و مومنین کے ایسے عظیم الشان مجمع میں شمولیت پر فخر و شادمانی کا اظہار فرمایا +

خادم

خواجہ عبد الغنی۔ سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

مضمون "حجۃ الاسلام ہی لائق قبول ہے" کی پہلی قسط جون نمبر میں پیش کی جا چکی ہے۔ اس سلسلہ کی دوسری کڑی اس رسالہ کے صفحات کو مزین کر رہی ہے۔ اس مضمون کے انگریزی حصہ کو پڑھ کر ہم سے بہت سے احباب نے استدعا کی ہے کہ جب فاضل مضمون اس سلسلہ کو ختم کر دے تو اسے پمفلٹ کی شکل میں طبع کرا کر کثرت سے مفت تقسیم کیا جاوے۔

ہمارے ان احباب کی رائے میں یہ مضمون مختصر سے مختصر لیکن جامع الفاظ میں کل مذاہب و ملل پر ایک فیصلہ کن بحث کرتا ہے۔ اور اگر کسی میں تھوڑا سا بھی انصاف ہو۔ تو اسے پڑھ کر وہ انھیں نتائج پر آویگا۔ جن پر فاضل مضمون نگار آیا ہے + اس مضمون کی کثیر و مفت اشاعت کی خواہش بھی کئی جوانب سے آئی ہے۔ اسلئے اس کارخیر کیلئے ہمیں احباب کرام

کو خصوصیت سے متوجہ کرنا ہوگا۔ لہذا ہماری استدعا ہے۔ کہ قارئین کرام اس مضمون کو بنگاہ استیعاب پڑھیں۔
اور جس دوست کے نزدیک یہ مضمون اغراض بالا کو پوری طرح پورا کرتا نظر آوے۔ وہ بالضرور اسکی مفت اشاعت میں حصہ لے
راقم مضمون سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا ہے۔ کہ ابھی اس مضمون کی چند اور اقساط باقی ہیں۔ اس سے ہم
اندازہ لگاتے ہیں۔ کہ انگریزی میں اسکی طباعت وغیرہ کی لاگت کوئی پانچ چھ آنے فی کاپی پڑیگی۔ اور ایسے ہی اردو کی
طباعت کے لئے بھی قیاس کیا جاسکتا ہے +

ہم چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے دوست متعدد کاپیوں کیلئے آرڈر بک کرائیں۔ اور یہ کاپیاں ہم سے منگوا کر غیر مسلم دوستوں میں
خود بخود تقسیم کریں۔ ہماری تو خواہش ہے کہ انگریزی مضمون تو بلاد عربیہ و امریکہ وغیرہ میں غیر مسلم طبقہ میں کثرت سے
تقسیم ہو۔ اور اس طرح ہندوستان کے غیر مسلم طبقہ میں بھی وسیع پیمانہ پر اسکی اردو میں مفت اشاعت ہو +

جو احباب اس پمفلٹ کی مفت تقسیم کے کارخیر میں حصہ لینا چاہیں۔ انکے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ ابھی سے اپنے ارادہ
سے ہمیں اطلاع دیں۔ تاکہ اس مضمون کی کتابی شکل کے چھپنے پر ہم تعداد اشاعت کا صحیح اندازہ لگا سکیں +
خواجہ عبدالغنی

جملہ مذاہب میں صرف اسلام ہی لائق قبول ہے

(ایک ایسے مسلمان کے قلم سے جو پیشتر عیسائی تھا)

(بہ تسلسل صفحہ ۲۷۳ جلد ۱۵ نمبر ۶ اشاعت اسلام جون نمبر سنہ ۱۹۲۹ء)

مضمون زیب عنوان کی یہ دوسری قسط ہے۔ مصنف مضمون نے اس دوسری قسط کی ایک کاپی ہمیں بھی بھیج دی ہے جس کا ترجمہ ذیل
میں ہدیۂ ناظرین کیا جاتا ہے۔ غالباً یہ مضمون ستمبر کے اسلامک ریویو میں چھپ جاویگا۔ ہم چاہتے ہیں کہ مضمون پڑھتے وقت
قارئین کرام امور ذیل کو ذہن میں رکھیں +

یوں تو رات دن مذہبی مباحث و مجادلات اخبارات میں شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن مضمون بالا اپنی نوعیت میں بالکل
اچھوتا اور نرالا ہے۔ گو اس میں نہایت ہی اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ لیکن ہر ایک ضروری بات کو مبرہن اور واضح کر دیا گیا ہے۔ طریق
استدلال صرف مسکت ہی نہیں بلکہ کامل اطمینان بخش بھی ہے بلکہ مذہبی دنیا میں یہ ایک جدید طرز استدلال ہے جس کا کوئی جواب نہیں +
فاضل مضمون نگار نے زندگی کے عملی، اخلاقی، اقتصادی پہلو کو سامنے رکھ کر یہ دکھلانا چاہا ہے۔ کہ عقائد مذہب کے اختیار کرنے
میں ہمیں کسی مذہب کے ان خوش کن وعدوں کا خیال نہ کرنا چاہئے۔ جو اگلی زندگی میں جا کر پورے ہونگے۔ کیونکہ ایسی باتیں کسی مذہب
کی حقانیت و صداقت کی کوئی دلیل نہیں ہو سکتیں۔ کیونکہ کوئی بھی مذہب ایسے وعدہ وعید سے خالی نہیں۔ کیونکہ کوئی بھی

شخص آیندہ کے متعلق اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آیندہ کے معاملات کل کے کل مجہول الکیفیت ہیں۔ پھر ان کی بناء پر کوئی کس طرح ایک مذہب کی تصدیق کرے۔ اور دوسرے کی تکذیب قابل مصنف مضمون نے اس موجودہ زندگی اور اسکی خوشحالی کو ہی کسی مذہب کی صداقت کا معیار ٹھیرایا ہے۔ اور اس معیار پر ہر ایک مذہب کے اصولی عقیدہ کو پرکھا ہے۔ ان کی نگاہ میں کفارہ۔ تناسخ۔ اور ایسا ہی اپنے غلط مفہوم میں مسئلہ تقدیر۔ نسل انسانی کی عملی تباہی کا موجب ہوتے ہیں +

قسط حاضرہ کا سب سے دلچسپ و لطیف حصہ وہ ہے جسمیں انتخاب معبود پر بحث کی گئی ہے انھوں نے دکھلایا ہے۔ کہ بعض حالات میں عناصر پرستی۔ انسان پرستی سے اخلاقاً اور اقتصاداً زیادہ مفید ثابت ہوئی ہے اور مشرکوں کے سوشل و اخلاقی اعمال بعض جگہ زیادہ مستحسن نظر آتے ہیں لیکن چونکہ اسلام نے اور اسکی تائید میں سائنس نے شرک کو تباہ کر کے اسکی قدیمی تعمیر اخلاق کو کمزور کر دیا ہے۔ اسلئے تعمیر سوسائٹی اور اسکی بہتری اسی امر سے وابستہ ہے کہ مشرکانہ خیالات کو دنیا سے مٹا دیا جاوے۔ کیونکہ اب ان میں وہ جادو نہیں رہا۔ جو پہلے تھا +

معاملہ انسان پرستی میں انھوں نے شری مہاراج رامچندر جی اور شری کرشن جی مہاراج کے حسنہ حسنہ حالات پیش کر کے دکھایا ہے۔ کہ اگر ہمارا مذہبی نصب العین یہی ہے۔ کہ ہم اپنی نوع میں کسی ایسے انسان کو بطور معبود تلاش کریں۔ جو الوہیت کا مجسمہ ہو۔ تو کیوں جناب مسیح کو رام چندر جی اور کرشن پر ترجیح دی جاوے۔ حالانکہ یہ تینوں بزرگ مشرقی ہیں۔ اور وطنی اقوام سے تعلق رکھتے ہیں علاوہ ازیں ان ہندو دیوتاؤں کے حالات جناب مسیح کے مقابل انھیں الوہیت کا زیادہ مستحق ٹھیراتے ہیں — معزز صاحب مضمون نے ایک صداقت کو نہایت ہی جرأت سے ظاہر کیا ہے۔ حالانکہ وہ قرآنی صداقت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ انسان کو۔ خود خدا پرستی کی ہی کیا ضرورت ہے۔ اگر اس کے اس فعل سے اس کے اخلاقی عملی حالات بہتر نہ ہو سکیں بالمقابل معبود حقیقی تو وہ ہونا چاہیئے۔ جو کسی انسانی تمجید و تحمید کا محتاج نہ ہو۔ جیسا کہ قرآن کریم کی تعلیم سے پایا جاتا ہے۔ ان حالات میں خدا کی پرستش ایک بے مصرف فعل ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک ایک نیک چلن مشرک ایک بد چلن موحد سے خدا کی نگاہ میں ہزار درجہ بہتر ہے۔ اور راقم مضمون کا یہ بیان صداقت سے خالی نہیں ہے یہ حصہ مضمون نہایت ہی دلچسپ ہے خصوصاً اس کا وہ موقعہ جہاں انھوں نے یہ ظاہر کیا ہے۔ کہ انسان کی ترقی و تہذیب کے لئے اگر کسی بات کی ضرورت ہے۔ تو اس کا وہ زبردست احساس و ایمان ہے۔ جو اسکے دل میں قوانین فطرتیہ کے متعلق ہونا چاہیئے +

یہ قوانین فطریہ تو وہی ہیں۔ جو قرآنی اصطلاح میں سُنن آلٰہیہ یا حدود اللہ کہلاتے ہیں۔ اگر کوئی مذہب قوانین مذکورہ بالا کے متعلق یہ احساس و ایمان پیدا نہیں کر سکتا۔ تو وہ مذہب قابل پذیرائی نہیں۔ اس امر کو بطور اصول متعارفہ سامنے رکھ کر

انھوں نے دکھلایا ہے۔ کہ اسلام اسی غرض کیلئے دنیا میں آیا ہے۔ چنانچہ اسلام کے لفظی معنے اطاعت قوانین ہیں اور مسلم وہ ہے جو قوانین الٰہیہ پر چلے۔ خواہ ان قوانین کا انکشاف الہام الٰہی نے کیا ہو۔ یا علمی تحقیق نے انھیں قائم کیا ہو۔ اسلام نے جو اساسی عقائد مذہب تجویز کئے وہ بھی اسی نگاہ سے کئے۔ اور یہ اساسی اصول ہیں۔ جو انسانی سوسائٹی کے ہر شعبہ میں نہایت مضبوطی سے کام کرتے نظر آتے ہیں۔ بلکہ ان اصولوں کا انحراف سوسائٹی کو تباہ کر دیتا ہے۔ یہ وہ اصول ہیں جنکی عزت نسل انسانی نے پیدائش انسانی سوسائٹی کے وقت سے ہی کی ہے۔ کیونکہ انکے سوا سوسائٹی چل ہی نہیں سکتی +

فی الجملہ یہ وہ اصول ہیں جن کے آگے ایک دہریہ بھی عملاً سر تسلیم خم کرتا ہے۔ اور یہ وہ اصول ہیں۔ جو اسلام نے حقیقت ایمانیات میں جمع کر دیئے +

بڑی خوبی اس سلسلہ مضامین میں یہ ہے کہ فاضل مصنف نے کہیں بھی تکلف و تحکم سے کام نہیں لیا۔ دلائل سب کے سب سادہ طبعی معقول اور مضبوط ہیں لیکن عام فہم عبارت میں ہیں۔ اور پھر یہ کہ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے +

خواجہ عبد الغنی سکرٹری مسلم مشن ووکنگ

جملہ مذاہب عالم میں صرف اسلام ہی لائق قبول ہے

اسلام کے عقائد خصوصی

مذہبی زاویۂ خیال سے ایمان کی تعریف یہ ہے کہ مومن کو کسی شے کا علم ہو۔ اور اس شے کی سچائی اور صداقت کا اس قدر زبردست یقین ہو۔ کہ ہمارے جملہ افعال اس کی روشنی میں ظہور پذیر ہوں۔ قرآنی اصطلاح میں ایمان محض عقیدہ کو نہیں کہتے جو نہ فعل کی صورت میں متبدل ہو سکے۔ اور نہ افعال کے لئے محرک۔ لہٰذا کسی ایسی بات پر اعتقاد جو محض کورانہ تقلید کی بنا پر تسلیم کر لی گئی ہو۔ اسلامی عقاید کے ذیل میں نہیں آتا۔ الحق تقلیدی عقاید کی ایک مسلم کی نظر میں کوئی وقعت نہیں ہو سکتی +

مذکورہ بالا تعریف کی رو سے ایمان ہماری زندگی میں اک زبردست اہمیت رکھتا ہے۔ کیونکہ ہمارے تمام افعال در اصل ان تخیلات کی خارجی تصاویر ہیں۔ جو ہمارے کسی خاص عقیدہ پر مبنی ہیں۔ ہماری روزمرہ زندگی کا ہر شعبہ اور اسکی جزئیات خواہ وہ کتنی ہی حقیر کیوں نہ ہوں۔ در اصل ہمارے عقائد باطنی کی خارجی تصویریں ہیں۔ اور جب کبھی ہمارے عقاید میں کوئی تغیر رونما ہوتا ہے۔ تو فوراً ہی ہمارے اعمال پر بھی اس کا اثر پڑتا ہے۔ ہمارے ہونٹوں کی خفیف سی حرکت بھی ہمارے عقاید باطنی کی ہی ممنون احسان ہوتی ہے۔ مثلاً ہم کوئی لفظ منہ سے نہیں نکال سکتے۔ جب تک

ہمیں یہ یقین ہو کہ یہ الفاظ سُنے جائینگے۔ اور ہم اُنھیں بآسانی ادا بھی کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ ہمارے سامعین اُنھیں سُن سکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں وغیرہ ذالک۔ اسی طرح جو کچھ بھی ہم کہتے ہیں یا کرتے ہیں۔ ہر ایک امر میں یہی اعتقاد محرک ہوتا ہے۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ ہم کو کسی مذہب کے انتخاب میں انتہائی احتیاط برتنی چاہیئے۔ اور علاوہ ازیں ہر معمولی اعتقاد میں بھی غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اور مذاہب کے معاملہ میں اس لئے اور بھی کہ نتائج اور اثر کے لحاظ سے اور کوئی اعتقاد اس قدر اہم نہیں ہے +

ہر مذہب میں چند خصوصی ایسے عقیدے ہوتے ہیں جو اسکی رُوح رواں یا بنیاد کہلاتے ہیں۔ اور اس مذہب کے پیرووں کو اُن پر آنکھ بند کر کے ایمان لانا پڑتا ہے۔ ان عقاید سے ہمیں زندگی میں کوئی فائدہ حاصل ہو یا نہ ہو اور وہ قابل قبول ہوں یا نہ ہوں لیکن اُن کے متعلق یہ دعوے ضرور کیا جاتا ہے کہ ان پر عقیدہ رکھنے سے نجات حاصل ہو جائیگی اور حیات بعد الموت بہت خوشگوار آئندہ زندگی کے تقریباً تمام مذاہب ایک ہی سی بات کہتے ہیں۔ مختلف مذاہب میں مختلف عقاید کی تلقین کی جاتی ہے لیکن جملہ مذاہب کے متعلق ایک ہی نتیجہ یا خاصیت منسوب کرتے ہیں یعنی نجات یا مکتی۔ اگر ایک مذہب میں زید یا بکر کی الوہیت پر ایمان لانے سے نجات ہو سکتی ہے۔ تو عموماً دیکھنے میں آتا ہے کہ دوسرے مذہب میں اسی زید یا بکر پر ایمان لانے سے دوزخ نصیب ہوتی ہے۔ علاوہ بریں کسی مذہب میں اپنے دعاوی پر دلائل مُہیا نہیں ہوئے۔ اور نہ کوئی شخص آج تک ملک عدم سے واپس آیا ہے کہ طالبان حق اُس سے جملہ حالات دریافت کر کے اپنے لئے کوئی راہ نکال سکیں۔ اگر فرانس کا اسپرچولسٹ کسی خاص مشاہدہ کی بناء پر تناسخ کو صحیح مانتا ہے۔ تو انگلینڈ کا اسپرچولسٹ اسی مشاہدہ کی بناء پر اس کا انکار کرتا ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ جب تک کسی مذہب کے عقاید عقل سلیم کی کسوٹی پر صحیح نہ اُتریں ان کو قبول نہ کرنا چاہیئے۔ علاوہ بریں اُن کو ہماری زندگی میں بھی فائدہ رساں ہونا ضروری ہے +

بغیر دیکھے بھالے کسی سوراخ میں انگلی ڈال دینا عقل کی بات نہیں۔ اس سے بھی زیادہ حماقت کی بات یہ ہے کہ کسی ایسی بات پر ایمان لایا جائے جس سے موجودہ زندگی میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ اور اس پر عمل کرنے سے رہا سہا کیریکٹر بھی بگڑ جائے۔ مثال کے طور پر مسئلہ "کفارہ" کو لے لیجئے۔ اس کے علاوہ "تقدیر" اور "تناسخ" بھی اسی قبیل سے ہیں۔ کوئی شخص بلحاظ زندگی موجودہ ان کا کوئی فائدہ نہیں بتا سکتا۔ ممکن ہے کہ یہ عقاید بعضوں کے نزدیک قابل قبول ہوں لیکن ان پر عقیدہ لازمی طور پر ایسی باتوں کے متعلق ہوتا ہے جنہیں دیکھا نہ بھالا۔ اور اس عقیدہ کا نتیجہ ہماری حیات پر مطلق خوشگوار نہیں ہوتا اور نہ اعمال حسنہ کیلئے تحریک ہوتی ہے۔ اگر ان عقائد پر لفظاً ایمان لائے۔ تو کسی عمل کے لئے تحریک ہو ہی نہیں سکتی۔ اکثر صورتوں میں سزا کا خوف ایسی چیز ہے جو انسان کو بدی کرنے سے روکتا ہے یعنی رائے عامہ کا خوف اور تعزیرات ملکی کا خدشہ بڑی حد تک لوگوں کو ارتکاب جرائم سے باز رکھتا ہے۔ اور جب کبھی یہ دو باتیں اپنا اثر کھو بیٹھتی ہیں

تو اُن کو لکھے ہوئے پڑھ چکے ہیں۔ مثلاً زناکاری، قماربازی اور شراب خوری مسیحی ممالک میں مستقل لعنت کا سامان چلی آتی ہے
ان ممالک کے باشندوں کی رائے عامہ اسقدر قوی نہیں۔ کہ ان عیوب کو روک سکے! اور تعزیرات ملکی میں ان جرائم کے
ارتکاب جرم سے بڑی حد تک روکتا ہے لیکن مصیبت یہ ہے کہ اس قسم کا خوف کفارہ پر ایمان رکھنے والوں کے دلوں میں نہیں پیدا
ہو سکتا۔ اگر خدا کے علم میں لوگوں کے گناہوں کے معاف کرنے کی اسکے سوائے کوئی صورت نہ تھی کہ وہ وقتاً فوقتاً
اپنے بیٹوں کو اس دنیا میں بھیجے واضح ہو کہ یسوع ان مزعومہ بیٹوں کے سلسلہ کا خاتم ہے۔ تاکہ وہ اپنے خون سے
گناہوں کا کفارہ ادا کریں، تو کسی کو اعمال حسنہ بجالانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو محض نیکی کی خاطر
نیکی کرتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ شریعت کی پابندی محض اس لئے کرتے ہیں کہ گناہ معاف ہوں اور اجر عظیم یعنی بہشت
نصیب ہو لیکن اگر یہ بات "محض کفارہ" پر ایمان لانے سے حاصل ہو جائے تو کون شخص شریعت کی پابندیوں کو گوارا کریگا؟
کفارہ پر ایمان لانے سے اعمال حسنہ بجالانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ مشہور مسیحی مصلح مارٹن لوتھر کا بھی یہی خیال ہے
اگرچہ کلیسیائے روم اعمال حسنہ پر بھی زور دیتا ہے لیکن منطقی طور پر لوتھر کا خیال صحیح تر ہے۔ کیونکہ پولوس کی تعلیم بھی یہی ہے۔ اسی طرح
تقدیر اور تناسخ پر ایمان لانے سے بھی قوت عمل کمزور ہو جاتی ہے۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ موجودہ زندگی میں جو کچھ رنج و راحت
نصیب ہو رہی ہے۔ وہ گذشتہ زندگی کے لحاظ سے مقرر ہو چکی ہے۔ اور کسی انسانی طاقت سے اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی تو کوئی شخص
تکلیف کو دُور کرنے اور راحت کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کریگا۔ اور یہ بھی ہے۔ اگر کسی شخص کی موجودہ مصیبت
پچھلے اعمالِ بد کی پاداش میں لاحق حال ہوئی ہے۔ تو وہ خوب جانتا ہے کہ یہ مصیبت کسی طرح اُس کے ٹالے ٹل نہیں سکتی۔
مثلاً ایک شخص "بخار" میں مبتلا ہے۔ اس لئے "کرم" کے قواعد کے بموجب کسی پچھلے گناہ کی سزا بھگتنے تو اب کونسی دوا
ایسی ہے جس سے اسکی مصیبت کٹ سکتی ہے؟ نہ کسی حکیم ڈاکٹر سے مشورہ کی ضرورت ہے! اور نہ فن طبابت
یا جراحی کی! اور اسی طرح نہ کسی اور علم و فن کی ترقی ہو سکتی ہے میں یہ تو نہیں کہتا کہ ان عقاید پر ایمان رکھنے والے
علم و فن کی طرف سے غافل رہتے ہیں۔ وہ بھی مثل منکرین کے جملہ علوم و فنون میں دلچسپی لیتے ہیں! اور اسکی ترقی
میں کوشاں رہتے ہیں لیکن اس کے معنی یہ ضرور ہوئے کہ وہ لوگ اپنے ایمان کے خلاف عملدرآمد کرتے ہیں
یعنی ان کے اعمال و افعال اُن کے عقاید و ایمانیات کی تکذیب کرتے ہیں +

اس سلسلہ میں ایمان باللہ کے متعلق چند باتیں پیش کرتا ہوں۔ قدیم الایام سے خدا پر اعتقاد
رکھنا مذہب کا عالمگیر بنیادی اصول چلا آ رہا ہے۔ انسان نے اپنے جذبہ پرستش کے اظہار کی خاطر
ہمیشہ کسی نہ کسی معبود کے آستانہ پر ناصیہ فرسائی کرنا اپنے نفس پر لازمی قرار دیا ہے +

بُدھ مذہب بیشک ایک استثنائی صورت ہے کیونکہ اس مذہب کی کتب مقدسہ میں خدا کا ذکر کسی جگہ نہیں کیا گیا لیکن انسانوں کا جذبۂ پرستش یہاں بھی غالب آکر رہا۔ جو پرستش دیگر مذاہب میں خدا کیلئے مخصوص ہے بُدھ مذہب میں وہ سب کی سب بُدھ کی ذات سے وابستہ ہوگئی ہے۔ چنانچہ جملہ بودھوں کے ممالک میں بُدھ کے مجسمے پائے جاتے ہیں۔ اُن کے معابد میں بھی بُت خانے ہیں۔ جن میں بُدھ مت کے لوگ بُتوں کی پوجا کرتے ہیں ٹھیک جس طرح خدا کے ماننے والے خدا کی۔ اور بُدھ کی حمد و ثنا اُنھیں الفاظ میں کی جاتی ہے۔ جن میں دوسرے مذاہب کے لوگ خدا کی حمد و ثنا کرتے ہیں۔ فی الجملہ اپنے سے بالاتر کسی ہستی کی عبادت کا جذبہ تمام انسانوں میں موجود ہے پتھر سے لے کر کسی عورت کے بیٹے تک انسان نے مختلف مظاہر فطرت کو اپنا معبود گردانا ہے اور جملہ اقسام کی عبادات میں اخلاقی نظام کی پابندی بھی کی ہے۔ بُت پرستوں کے دلوں میں بھی بعض اوقات وہی بلند جذبات پائے جاتے ہیں جو خدا کے پوجنے والوں میں۔ اور جو دعائیں بعض بُت پرست اُن مُورتوں سے کرتے ہیں جنھیں خود انھوں نے تراشا ہے۔ وہ بعض دفعہ ان دعاؤں سے بھی زیادہ دلکش اور مؤثر ہوتی ہیں جو خدا کے ماننے والے خدا سے کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)ف۱

شکریہ احباب۔ جن احباب نے حضرت خواجہ صاحب کی "بستر علالت سے پر اپیل" پر مسلم مشن ووکنگ کی امداد کے لئے ترسیل زر فرمائی ہے۔ ان سب احباب کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔ اُمید ہے کہ باقی احباب بھی اس کار خیر میں حصہ لے کر داخل حسنات ہونگے +

حضرت خواجہ صاحب کی صحت۔ حضرت خواجہ صاحب رو بصحت ہیں لیکن نقاہت ابھی باقی ہے۔ احباب کرام ان کی صحت عاجل و کامل کیلئے دعا فرمائیں +

رسالہ اشاعت اسلام لاہور کا حلقہ اشاعت دن بدن تنگ ہو رہا ہے۔ جس سے احتمال ہے کہ رسالہ کی آمد رسالانہ اخراجات کی متکفل نہ ہوسکیگی اس لئے ناظرین کرام کم از کم ایک جدید خریدار مرحمت فرما کر رسالہ کی مالی تقویت کا موجب بنیں +

خادم۔ منیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور

ف۱ موزوں تو یہی تھا کہ یہ دلچسپ مضمون ایک اشاعت میں شائع کر دیا جاتا۔ لیکن عدم گنجائش کی وجہ سے اسے آئندہ نمبر میں چھاپ دیا جائیگا + خواجہ عبدالغنی

گوشوارہ آمد و خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء

تفصیل آمد	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان		
آمد مشن ہندوستان	۱	۳	۳	۳۱۷
آمد اسلامک ریویو	۲	۹	۴	۱۰۶۸
آمد مشن از انگلستان	۳	۰	۶	۱۰۴۲
آمد اسلامک ریویو	۴	۰	-	۱۰۳۲
ریزرو فنڈ ہندوستان		۰	۰	۱۶
واپسی پیشگی مشن و ریویو ہندوستان	۰	۰	۴	۹۷
میزان	۰	۰	۲	۳۵۷۳

تفصیل خرچ	نمبر نقشہ	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
خرچ مشن و اسلامک ریویو در ہندوستان	۵	۹	۵	۹۷۱
خرچ مشن و ریویو در انگلستان	۶	-	۱۴	۳۱۳۰
میزان	۰	۹	۳	۴۱۰۲

دستخط - فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن - عزیز منزل - لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مشن ہندوستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ جون سنہ ۲۹	۱۹۳	جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب سہارنپور	-	-	۵
″	۱۹۵	″ چوہدری نورالزمان صاحب بھرمارا	-	-	۹
″	۱۹۶	″ سعادت علیخان صاحب معرفت سید فضل الرحمان صاحب کانپور	-	۱۴	۴
وصول ۱۹۲۹ء	۱۶۹	رسید کمی چندہ ماہوار ملازمین دفتر لاہور	۶	۳	۱۱
″	۱۹۷	جناب محمد جان صاحب چنیوٹ	-	-	۲۵
۷ جون	۱۹۸	″ ڈاکٹر صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
۸ ″	۱۹۹	″ منہاج الدین صاحب بہاولپور	-	-	۱۰
۱۱ ″	۲۰۲	″ خانصاحب رجب علیخان صاحب بہاولپور	-	-	۱۰
″ ″	۲۰۳	حضور نواب صاحب منگرول	-	-	۹۹
″ ″	۲۰۴	جناب عبدالحق صاحب گجرات	-	-	۵
۱۴ ″	۲۰۵	″ مرزا عنایت اللہ بیگ صاحب کنکوال گجرات	-	-	۱
۱۵ ″	۲۰۶	″ شیر علی خان صاحب سید پور	-	۱۲	۵
″	۲۰۷	″ عبدالحلیم صاحب کالی ہاتھی	-	-	۴
۱۷ ″	۲۰۸	″ حکیم خلیل الدین احمد صاحب بروم بابت زبانی	-	-	۱۶
″ ″	۲۰۹	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب لاہور	-	-	۵
″ ″	۲۱۱	قیمت کتب انگریزی مئی	-	-	۱۷
″ ″	۲۱۲	″ اردو ″	۹	۵	۱
″ ″	۲۱۳	جناب ڈاکٹر شیخ الہی بخش صاحب سراج گنج	-	-	۵
″ ″	۲۱۴	″ ریاض الحق صاحب تمکس	-	۸	۳
۱۷ جون سنہ ۲۹	۲۱۵	جناب صبیح الدین صاحب رہتک	-	-	۱
۲۰ ″	۲۲۰	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۱۰
۲۰ ″	۲۲۱	″ قاضی محمد شوکت حسین صاحب مراد آباد	-	-	۴
۲۱ ″	۲۲۲	″ محمد ارشاد علی صاحب عدن	-	-	۵
″ ″	۲۲۳	جناب ظاہرہ بی بی صاحبہ بانس گاؤں	-	-	۲
۲۴ ″	۲۲۴	″ میر امجد علی صاحب رہتک	-	-	۱۰
″ ″	۲۲۵	″ احمد حسین صاحب بیریالاگھاٹ	-	-	۱
″ ″	۲۲۶	″ محبوب خان صاحب دھارواڑ	-	-	۱
۲۵ ″	۲۲۷	″ امیر حسن صاحب کاکوری لکھنؤ	-	-	۱
۲۶ ″	۲۲۹	جناب عبدالرحیم صاحب کمسی	-	-	۶
″ ″	۲۳۰	″ عبدالجبار صاحب ناگپور	-	-	۱۲
″ ″	۲۳۱	″ سید محمد عبداللہ صاحب بنگال	-	۱۱	۱
۲۷ ″	۲۳۲	″ فضل الدین صاحب اوجین	-	-	۵
″ ″	۲۳۳	″ سید محمود صاحب ہبلی	-	-	۲
۲۸ ″	۲۳۵	″ محمد نور غنی صاحب گوجرانوالہ	-	۱۰	۵
″ ″	۲۳۶	″ قاضی منہاج الدین صاحب بالاگھاٹ	۰	۰	۲
		کل میزان	۳	۳	۳۱۷

نقشہ ۲ تفصیل آمد اسلامک ریویو در ہندوستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۷ جون	۱۹۸	جناب ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب کلکتہ	-	-	۱۰
۸ ″	۱۹۹	عالیجناب حضور نواب صاحب بہادر بھوپال	-	۸	۴۹
	۲۰۲	جناب خانصاحب رجب علیخان صاحب بہاولپور	-	-	۱۰
″ ″	۲۱۲	قیمت اردو کتب	۹	۵	۱
″ ″	۲۱۱	″ انگریزی کتب	-	-	۱۷
۲۸ جون	۲۳۴	جناب کرنل علی الطاف صاحب لائلپور	۰	۰	۱۰۰
		قیمت رسالہ اسلامک ریویو	۰	۴	۸۸۹
		میزان	۹	۴	۱۰۶۸

نقشہ نمبر ۳ آمد مشن در انگلستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
۱۹ جون سنہ ۱۹۲۹ء	۲۱۶	کرایہ لنڈن ہوس در انگلستان ماہ فروری سنہ ۱۹۲۹ء	۱۰۲	۰	۰
"	۲۱۷	" " ماہ مارچ سنہ ۱۹۲۹ء	۱۰۲	۰	۰
"	"	برموقع عید الفطر	۱۴۲	۱۵	۰
"	"	دیگر امداد مشن	۴۰	۰	۰
"	۲۱۸	کرایہ لنڈن ہوس در انگلستان اپریل سنہ ۱۹۲۹ء	۱۰۲	۰	۰
"	"	متفرق امداد	۱۶	۸	۰
"	۲۱۹	کرایہ لنڈن ہوس " " مئی سنہ ۱۹۲۹ء	۱۰۲	۰	۰
"	"	متفرق امداد	۱۹	۲	۰
"	"	برموقع عید الاضحیٰ	۲۴۹	۱۰	۰
"	۲۲۸	آمد فروخت کتب بشیر لائبریری آمدہ در ووکنگ	۱۶۴	۳	۰
		میزان	۱۰۴۲	۰۶	۰

نقشہ نمبر ۴ آمد اسلامک ریویو بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء در انگلستان

تاریخ	نمبر	تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
۱۹ جون سنہ ۱۹۲۹ء	۲۱۶	فروخت آمد اسلامک ریویو در انگلستان فروری سنہ ۱۹۲۹ء	۲۸۹	۲	۰
"	۲۱۷	آمد اسلامک ریویو در انگلستان مارچ سنہ ۱۹۲۹ء	۲۳۴	۱۰	۰
"	۲۱۸	" " اپریل سنہ ۱۹۲۹ء	۲۳۲	۱۳	۰
"	۲۱۹	مئی سنہ ۱۹۲۹ء	۱۱۱	۵	۰
"	۲۲۸	آمد کتب بشیر لائبریری در انگلستان	۱۶۴	۳	۰
		میزان	۱۰۳۲	۰	۰

نقشہ نمبر ۵ خرچ مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو ہندوستان ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
یکم جون ۱۹۲۹ء	۶۹	بل تنخواہ عملہ ہندوستان	۶۷۱	۱۱	۰
۲۴ جون ۲۹	۷۵	بل سائر ہندوستان۔ تار ۴؍۱ر۔ کرایہ ٹانگہ بنک برائے چک سائر ۱؍ر تار ۵؍۱ر رجسٹر حساب مفیر ۷ر۔ لفافہ ڈیک ہزار عہ؍ سٹیشنری عہ؍ سٹیشنری ۱۱؍ر۔ چھٹیاں ٹائپ کرائی ۱۲؍ر کاغذ فلسکیپ عہ؍۔ خط بیرنگ آمدہ ووکنگ بذریعہ ہوائی ڈاک ۴؍۱ر۔ سٹیشنری ۴؍ر۔ کرایہ ٹانگہ برائے پروف اپیل ۲ر۔ ٹائپ کرائی چھٹیاں ۴؍ر انعام ملازمین برموقع عید ۳ر۔ تار وزیرآباد ۳؍ر۔ سوتلی ۸ر۔ لیوی ۲ر۔ مرمت تالا ۴؍ر۔ تار ووکنگ لائلپور ۱۲؍ر۔ بٹہ چک آمدہ از لائلپور ۸ر۔ جنتری اپریل و مئی سنہ ۱۹۲۹ء کرایہ دفتر اپریل و مئی سنہ ۱۹۲۹ء بجلی و مٹی تیل خطوط بیرنگ ۱۲ عدد ۲؍ر۔ جلد بندھوائی رجسٹری۔ پی ہر نمبر کرائی ۲ر۔ ٹکٹ مشن ۶۵ ٹکٹ ریویو ۱۹ روپیہ	۲۹۹	۱۰	۹
		میزان	۹۷۱	۵	۹

نقشہ نمبر ۶ تفصیل خرچ مشن و اسلامک ریویو در انگلستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۹ء

تاریخ	نمبر	تفصیل	روپیہ	آنہ	پائی
یکم جون ۱۹۲۹ء	۷۰	تنخواہ سابقہ ملازم ووکنگ	۱۳	۶	۰
"	۷۱	بل سائر در انگلستان	۹۵۸	۱۰	۰
"	۷۲	بل عملہ انگلستان	۵۴۳	۱۰	
"	۷۳	بل سائر چھپائی	۵۰۱	[illegible]	
"	۷۴	بل عملہ انگلستان بابت ماہ مئی سنہ ۱۹۲۹ء	۵۸۵	۰	
۲۴ جون ۲۹	۷۶	بل سائر انگلستان	۵۲۹	۴	۰
		میزان	۳۱۳۰	۱۴	۰

مظالم نبوی کی فرضی داستان

ایک انگریز مصنف کے نئے بے بنیاد الزامات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر

از قلم حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم-اے-ایل ایل-بی مترجم ترجمۃ القرآن انگریزی و اردو

کعب کے طریق قتل کی ذمہ داری آنحضرت صلعم پر نہیں

قابل غور صرف ایک ہی بات ہے۔ کہ کعب پر بعض مسلمانوں نے یکلخت حملہ کرکے ایسی حالت میں اسے کیوں قتل کیا جبکہ اسے علم بھی نہ تھا۔ کہ اس پر حملہ ہو رہا ہے۔ سب سے پہلے اس بات کو صاف طور پر سمجھ لینا چاہئے کہ جس طریق سے اسے قتل کیا گیا۔ اس کی ذمہ داری آنحضرت صلعم پر ہرگز عائد نہیں ہوتی۔ یہ بالکل سچ ہے۔ کہ آنحضرت صلعم کعب کو واجب القتل ہی سمجھتے تھے لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں دیا جاسکتا کہ آپ نے اس طریق کے متعلق کوئی ہدایات دی ہوں۔ جو اس کو سزا دینے میں اختیار کیا گیا۔ اس کے برخلاف ایک روایت تو یہ ہے۔ کہ جب محمد بن مسلمہ نے آنحضرت صلعم سے یہ دریافت کیا کہ کیا میں اسے قتل کردوں تو آپ نے اسے کوئی جواب ہی نہ دیا۔ اور خاموش رہے۔ اور دوسری روایت یہ ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ اگر تم ایسا کرنا چاہتے ہو تو جلدی نہ کرو۔ یہاں تک کہ سعد بن معاذ سے اس کے متعلق مشورہ کرلو (زرقانی جلد ۲ صفحہ ۱۲)

بہرحال آنحضرت صلعم کو ان تفصیلات کا کوئی علم نہ تھا۔ جو اس قتل میں مدنظر رکھی گئیں۔ اور یہ بھی مشکوک بات ہے۔ کہ وہ تفصیلات کہاں تک صحیح ہیں۔ میور کو بھی اس بارہ میں بہت سے شکوک ہیں لیکن اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے۔ کہ وہ تمام تفصیلات صحیح ہیں۔ تو بھی آنحضرت صلعم کو ان سے قطعاً کوئی تعلق نہیں +

سزا کا ایک ہی ممکن طریق

پھر آنحضرت صلعم کی منظوری کے سوال کو علیحدہ رکھتے ہوئے یہ بھی قابل غور ہے۔ کہ کوئی اور طریق ایسا نہ تھا جس کو پیش آمدہ حالات میں اختیار کیا جاسکتا معترضین نے یہ فرض کرلیا ہے کہ جن حالات میں آج بیسویں صدی میں وہ خود زندگیاں بسر کر رہے ہیں بعینہ وہی حالات اس وقت مسلمانوں پر مدینہ میں وارد تھے۔ انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمانوں کو اس وقت ایک دشمن سے سابقہ تھا۔ اور انھوں نے صرف وہی طریق اس کے

بالمقابل اختیار کیا جو اس وقت کے پیش آمدہ حالات میں ممکن طور پر وہ اختیار کر سکتے تھے۔

اختیار کردہ طریق دغابازی نہیں

اوپر میں بتا چکا ہوں کہ کعب نے شروع میں یہودیوں سے ملکر مسلمانوں کے ساتھ عہد نامہ کیا لیکن بعد میں ان کا دشمن ہو گیا۔ اور آخر کار مسلمانوں اور ان کے پیغمبر صلعم کو ہلاک کرنے کیلئے دوسرے دشمنوں کے ساتھ اس نے ملکر مشورہ کیا۔ ایک بامن شہری کی حیثیت کو چھوڑ کر وہ کھلا محارب بن گیا۔ اور آنحضرت صلعم کو دغابازی سے مار دینے کی بھی کوشش کی۔ ایسی حالت میں وہ یقیناً سزائے موت کا مستحق تھا۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ کیا مسلمانوں کا اسے غفلت کی حالت میں مارنا کوئی دغابازی یا ظلم پر مبنی ہے؟ اس بارہ میں دوسرا طریق جو وہ اختیار کر سکتے تھے۔ وہ یہی تھا کہ کسی باضابطہ عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ لیتے اور کسی مسلمہ حاکم کے ذریعہ سے اسے سزا دلاتے لیکن مدینہ میں اس وقت کوئی بھی باضابطہ اور مسلمہ حاکم نہ تھا۔ اگر کوئی تھا تو وہ خود آنحضرت صلعم ہی تھے۔ کیونکہ اس معاہدہ کی رو سے جو آپ کے مدینہ آنے پر مختلف اقوام کے مابین ہوا آپ کو تمام نزاعات میں آخری عدالت اپیل قرار دیا گیا تھا۔ اس لئے یہ ناممکن تھا کہ اس معاملہ کو باضابطہ طور پر عدالت میں لایا جاتا۔ دوسری طرف مسلمان اگر انہیں اپنی جانوں کا ذرا بھی خیال تھا تو ان کا انتظار میں خاموش بیٹھے رہنا ناممکن امر تھا۔ کعب بہت کچھ شرارت پیدا کر سکتا۔ اور سزا سے ہر وقت بچا رہ سکتا تھا۔

آنحضرت صلعم کا فرض

اس میں شک نہیں کہ آنحضرت صلعم ایک معلم روحانی تھے لیکن اس کے ساتھ ہی آپ جرنیل کا منصب بھی رکھتے تھے۔ اور آپ کا فرض تھا کہ ایک دوربین جرنیل کی طرح کام کریں۔ اور ایک ایسے دشمن کے بد ارادوں سے مسلمانوں کو بچائیں جو مدینہ میں رہتے ہوئے اگر اس کی فوری مدافعت نہ کی جاتی تو بہت کچھ شرارت پیدا کر سکتا تھا کعب نے مسلمانوں کے ان دشمنوں کے ساتھ جو ان کے بالمقابل بر سر پیکار تھے شمولیت اختیار کی۔ اس لئے تمام انسانی اور خدائی قوانین کی رو سے اس کے ساتھ ایک محارب دشمن کے سوا کوئی سلوک نہیں ہو سکتا تھا۔ اسی خیال کو مدنظر رکھ کر آنحضرت صلعم نے ایک چھوٹی سی جمعیت اس کے بالمقابل ارسال کی جس کو سیرت کی کتابوں نے "سریہ" یعنی فوج کا ایک دستہ قرار دیا ہے اور اس لفظ سے بظاہر کیا گیا ہے کہ یہ جمعیت بطور ایک دستہ فوج کے اس سے جنگ کرنے کیلئے بھیجی گئی تھی

مہذب حکومتوں کا طریق عمل

لیکن یہ امر سپاہ کا کام تھا۔ کہ وہ ایسا بہترین طریق اختیار کرے۔ جس سے وہ دشمن کو کاری ضرب لگا سکے۔

محمد بن مسلمہ نے جو سپہ سالار تھا۔ اس طریق کو اختیار کیا جو عربوں میں جائز سمجھا جاتا تھا۔ اور مجھے یقین ہے کہ آج بھی مہذب اقوام کی طرف سے ایسے طریق اختیار کئے جاتے ہیں جو دشمن کے بالمقابل مؤثر تدابیر کے نام سے موسوم ہیں۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ کسی مہذب حکومت کو اگر ان ڈاکوؤں کی سرکوبی کرنی پڑے تو اُسے بھی ایسا ہی طریق اختیار کرنا پڑیگا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھکر ایک مجرم کے ساتھ بااثر شہریوں کو بھی وہ یم کا نشانہ بنانے سے دریغ نہ کریگی +

کھلے حملہ میں زیادہ خونریزی کا احتمال تھا

امیر سپاہ اگر کھلے طور پر کعب پر حملہ آور ہوتا۔ تو بہت زیادہ خونریزی ہوتی۔ اور غالباً کعب کے ساتھ بنو نضیر کے تمام قبیلہ کو بھی نقصان اُٹھانا پڑتا۔ کعب نے آنحضرت صلعم کے ساتھ معاہدہ کر کے اسے توڑا آپ کے خلاف اس نے بغاوت کی مسلمانوں کے بالمقابل جنگ کے مشورہ میں وہ شامل ہوا تاکہ انھیں نیست و نابود کر دیا جائے۔ اور خفیہ طور پر آنحضرت صلعم کی جان لینے کی تدابیر اس نے کیں۔ ان میں سے ہر ایک جرم کیلئے وہ سزا ئے موت کا مستوجب قرار دیا جا چکا تھا۔ اس فیصلہ کو عمل میں لانے کیلئے ایک چھوٹی سی جمعیت بھیجی گئی۔ اور ایسے طریق سے اس پر سزائے موت وارد کی گئی کہ اگر اسمیں یہ نقص پایا جاتا ہے کہ اسے خفیہ رکھا گیا تو اسکے ساتھ ہی یہ خوبی بھی اسمیں موجود ہے کہ اصل مجرم کے ساتھ بیگناہ لوگوں کو تکلیف نہ اُٹھانی پڑی۔ جو کھلا حملہ ہونے کی صورت میں یقیناً اُٹھانی پڑتی لیکن آنحضرت صلعم پر اس طریق سزا کی ذمہ داری کسی طرح بھی عائد نہیں ہوتی۔ کعب کے معاملہ پر مفصل روشنی ڈالنے کے بعد ابو الحقیق (ابو رافع) کے واقعہ قتل پر کسی تفصیلی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔ نے الحقیقت میور نے اس کے جرم کو خود ہی دبی زبان سے تسلیم کر لیا ہے۔ چنانچہ ابو الحقیق ایک یہودی سردار کا قتل کے زیر عنوان ہیں نے لکھا ہے۔

> بنو نضیر کی ایک جماعت جلاوطنی کے بعد خیبر میں اپنے بھائیوں کے پاس جا کر آباد ہو گئی۔ ان کے سردار ابو الحقیق کے متعلق جو جنگ احزاب میں جبکہ مدینہ کا محاصرہ کر لیا گیا تھا مسلمانوں کے خلاف دشمن افواج میں نمایاں حصہ لے چکا تھا۔ اب یہ معلوم ہوا کہ وہ بدو قبائل کی غارتگریوں میں ان کی حوصلہ افزائی کر رہا ہے۔ اسلئے خیبر کے یہودیوں کے خلاف ایک مہم حضرت علیؓ کے زیر کمان بھیجی گئی ۔۔۔۔ ان حملوں کو یقینی طور پر ختم کرنے

کیلئے محمد رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے خود اس یہودی سردار کے وجود کو مٹانے کا ارادہ کر لیا۔ جسے ان حملوں کا بانی سمجھا جاتا تھا۔

ابو الحقیق کا قتل آنحضرتؐ کے ان خطرات کو دور کرنے کا موجب نہ ہوا۔ جو خیبر کے یہودیوں سے لاحق تھے کیونکہ اُوسیر اس کی جگہ منتخب کیا گیا۔ اس نے غطفان سے تعلقات قائم رکھے۔ اور اس کے متعلق رپورٹ بھی پہنچی۔ کہ وہ مدینہ کے خلاف از سر نو تیاریوں میں مصروف ہے۔

بنو نضیر یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا۔ جو پہلے مدینہ میں رہتا تھا اور جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیمان اتحاد کئے ہوئے تھا۔ اس کے متعلق جب یہ معلوم ہوا۔ کہ قریش سے اس کی خط و کتابت ہے۔ اور اس کے علاوہ ایک عرب قبیلہ نے جس کے ساتھ اس کا پیمان اتحاد تھا۔ چند مسلمانوں کو دغابازی سے قتل کر دیا۔ تو انھیں از سر نو عہد نامہ کرنے کے لئے کہا۔ کہ جس کا انہوں نے انکار کر دیا۔ اور اس لئے آخر کار انھیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا گیا۔ وہ خیبر میں جو یہودیوں کا ایک قلعہ تھا جا کر آباد ہو گئے۔ اور مسلمانوں کے لئے بہت سے مصائب و مشکلات کا موجب بن گئے۔ کیونکہ مدینہ کے گرد و نواح کے قبائل کو مسلمانوں کے قتل و نہب کے لئے انھوں نے اُکسانا شروع کر دیا۔ ان کا سردار ابو الحقیق جنگ احزاب میں بھی جس میں مشرکین عرب اور یہودی قبائل اسلام کو مٹانے کیلئے اکٹھے ہو گئے تھے لیڈر کی حیثیت سے مسلمانوں کے خلاف کام کر چکا تھا۔ اس طرح ابو الحقیق اور یہودی مسلمانوں کے خلاف میدان جنگ میں آ چکے تھے۔ اور قریش سے شکست کھا کر واپس چلے جانے کے بعد بھی وہ مدینہ کے گرد و نواح کے عرب قبائل کو مسلمانوں کے قتل و نہب کے لئے اُکساتا رہا۔ اس لئے آنحضرت صلعم خیبر کے یہودیوں کے خلاف مہم بھیجنے میں بالکل حق بجانب تھے۔ لیکن اس مہم سے پہلے جو سنہ [illegible]ھ میں بھیجی گئی۔ آپؐ نے سنہ [illegible]ھ میں ایک چھوٹی سی جمعیت اکیلے ابو الحقیق کا فیصلہ کرنے کیلئے بھیجی۔ فی الحقیقت اس جمعیت کے بھیجنے میں یہی خیال مدنظر تھا۔ کہ جہاں تک ممکن ہو خونریزی نہ ہونے پائے۔ اور اگر مفسدین کے سردار کا کام تمام ہو جائیگا تو شرارت ختم ہو جائیگی لیکن ابو الحقیق کی موت بھی مسلمانوں کے لئے امن کا موجب نہ ہوئی۔ اور آخر کار خیبر پر حملہ کرنے کے لئے اسے

فتح کرنا پڑا۔ ان جمعیت نے جو ابوالحقیق کے خلاف بھیجی گئی وہی طریق اختیار کرنا مناسب سمجھا جو کعب کے خلاف اختیار کر کے کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ اس سے بھی آنحضرت صلعم پر کوئی حرف عائد نہیں ہوتا بلکہ طریق قتل کی ذمہ دار وہ جمعیت ہے نہ کہ آنحضرت صلعم +

بنو قریظہ کا ذکر قرآن میں

بنو قریظہ کے معاملہ پر قرآن کریم نے جنگ احزاب کا ذکر کرتے ہوئے حسب ذیل الفاظ میں روشنی ڈالی ہے

وانزل الذين ظاهروهم من اهل الكتب من صياصيهم وقذف فى قلوبهم الرعب فريقا تقتلون وتاسرون فريقا واورثكم ارضهم وديارهم واموالهم وارضا لم تطوءها وكان الله على كل شىء قديرا +

اور انھیں جنھوں نے اہلکتاب میں سے ان کی مدد کی تھی۔ ان کے قلعوں سے نکال دیا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ ایک فریق کو تم قتل کرتے تھے۔ اور ایک فریق کو قید کرتے تھے اور تمہیں ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا وارث بنایا۔ اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم ابھی نہیں چلے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے (الاحزاب ۲۶-۲۷)

قبائل یہود کی عہد شکنی اور جلاوطنی

ابتدا میں تین یہودی قبائل مدینہ میں رہتے تھے۔ بنو قینقاع۔ بنو نضیر اور بنو قریظہ۔ ان تینوں قبائل نے جیسا کہ قبل ازیں بتایا جاچکا ہے۔ حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مدینہ تشریف لانے پر مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ کیا۔ جس کی رو سے دونوں فریق معاہدے کے پابند تھے کہ کسی غیر جارحانہ جنگ کے پیش آنے یا مدینہ پر حملہ ہونے کی صورت میں ایکدوسرے کی امداد کریں گے لیکن تینوں یہودی قبائل میں سے ایک بھی اس عہدنامہ پر قائم نہ رہا۔ غیر جانبدار بھی وہ نہ رہے۔ بنو قینقاع نے سب سے پہلے اس عہدنامہ کو توڑا۔ چنانچہ ابن ہشام لکھتا ہے۔ کہ بنو قینقاع سب سے پہلا یہودی قبیلہ تھا جس نے اس معاہدہ کو توڑا۔ جو ان کے اور پیغمبر صلعم کے مابین ہوا تھا۔ اور بدر اور احد کی جنگوں کے درمیانی زمانہ میں انھوں نے آنحضرت صلعم کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ آخر کار آنحضرت صلعم کا فیصلہ انھیں ماننا پڑا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انہیں مدینہ سے خارج البلد کر دیا گیا۔ یہ سنہ ۲ھ کا واقعہ ہے۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ باقی دونوں یہودی

قبائل نے بھی دشمنان اسلام کے ساتھ خفیہ طور پر اتحاد کر لیا ہی۔اس لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں تجدید معاہدہ کیلئے کہا بنو قریظہ نے اس کو مان لیا۔ لیکن بنو نضیر نے انکار کر دیا۔ ان کا محاصرہ کیا گیا۔ اور آخر کار انھیں خارج البلد ہونا پڑا۔ اور وہ خیبر میں جاکر آباد ہو گئے۔

مسلمانوں کے لئے آزمائش کا وقت

۵ھ میں مدینہ کی چھوٹی سی مسلمان جماعت کے لئے سخت آزمائش کا سال تھا۔ قریش اور یہودیوں کی کوشش سے بہت سے عرب قبائل مسلمانوں کے خلاف متحد ہو گئے۔ اور ایک عظیم الشان فوج نے جس کی تعداد دس اور پچیس ہزار کے درمیان تھی۔ مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمانوں نے جن کی تعداد دو یا تین ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ ایک خندق کھود کر اپنی حفاظت کا سامان کیا۔ مسلمان قوم کی زندگی میں یہ ایک نازک ترین زمانہ تھا۔ قرآن کریم نے اس وقت کی حالت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے

اذ جاء وکم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر وتظنون باللہ الظنونا۔ جب وہ تمہارے اوپر سے اور تمہارے نیچے سے تم پر آگئے۔ اور جب آنکھوں میں اندھیرا آگیا۔ اور دل (دہشت سے گویا) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ پر مختلف قسم کے ظن کرنے لگے۔ (الاحزاب ۱۰۷)

بنو قریظہ کی شرمناک دغابازی

اس موقع پر بنو قریظہ نے پہلے درجہ کی شرمناک دغابازی سے کام لیا۔ میں اس کے لئے صرف میور کے الفاظ نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔

"اس اثنا میں ابوسفیان یہودیوں کے ایک ہی باقیماندہ قبیلہ بنو قریظہ کو محمد (صلعم) کی اطاعت سے منحرف کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ حُی کو جو ایک جلاوطن شدہ یہودی اور قریش کا حلیف تھا۔ اس نے ان کے قلعہ کی طرف بھیجا۔ پہلے اسے وہاں داخل نہ ہونے دیا گیا۔ لیکن اس نے بار بار کی التجاؤں میں محمد (صلعم) کی عام یہودیوں کے ساتھ چھپی ہوئی دشمنی کا ذکر کرکے اور احزاب کے عظیم الشان لشکر کو ایک ایسے پایاں سمندر قرار دیکر ان کے سردار کعب کو آخر کار نرم کر لیا۔ فیصلہ اس بات پر ہوا کہ بنو قریظہ قریش کی مدد کریں۔ اور ایسی صورت میں کہ احزاب کا لشکر مدینہ پر کوئی کاری ضرب لگائے بغیر واپس چلا جائے۔ حُی کو ان کے قلعہ میں واپس آنا ہوگا۔ اس باغیانہ اقدام کی خبریں محمد (صلعم) کو جب پہنچیں تو

انھوں نے سعد نامی دو اشخاص کو جو اوس اور خزرج کے سردار تھے اصلیت معلوم کرنے کیلئے بھیجا۔ انھوں نے قریظہ کو نہایت خفگی کی حالت میں پایا۔ اور ان سے کہا گیا۔ کہ کون ہے محمد صلعم ؟ اور کون ہے خدا کا نبی کہ ہم اس کی اطاعت کریں۔ کوئی عہد و پیمان ہمارا نہیں جس کی وجہ سے ہم اس کے ساتھ مل سکیں "۔ بہت تیز اور تلخ الفاظ اور دھمکیاں سننے کے بعد ہر دو قاصد واپس آ گئے اور انھوں نے محمد صلعم کو اطلاع دی کہ جس قدر احتمال تھا یہود کا مزاج اس سے بہت زیادہ بگڑا ہوا ہے +

سعد کا فیصلہ

بنو قریظہ کی دغا بازی ایک بدترین جرم ہے۔ جس کی مثال تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔ اندازہ کیجئے کہ اگر وہ اپنے ارادہ میں کامیاب ہو جاتے تو مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔ اس لئے جب محاصرہ کرنے والی افواج بھاگ گئیں۔ اور قریظہ اپنے قلعہ میں واپس آ گئے۔ تو آنحضرت صلعم نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ پچیس دن کے بعد انھوں نے یہ درخواست کی کہ سعد بن معاذ جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے کیونکہ سعد قبیلہ اوس کا سردار تھا۔ جو آنحضرت صلعم کے مدینہ آنے سے پیشتر ان کے حلفا میں سے تھے۔ آنحضرت صلعم نے اس درخواست کو منظور کر لیا اور سعد نے یہ فیصلہ کیا۔ کہ جو لوگ ان میں جنگ کرنے کے قابل ہیں ان کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ اور باقیوں کو غلام بنا لیا جائے +

فیصلہ یہودی شریعت کے مطابق تھا

مسیحی نقاد اس فیصلہ کے نفاذ کو ظلم قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خود یہود کو اس کے خلاف کوئی شکایت نہ تھی۔ اور وہ کس طرح اس کو ظلم قرار دے سکتے تھے جبکہ اس کا دارومدار ان کی اپنی شریعت پر تھا جسمیں اس شہر کے متعلق جو جنگ کے لئے کھڑا ہوا اور پھر اس کا محاصرہ کر لیا جائے صاف اور کھلے الفاظ میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ:-

"اگر وہ شہر تجھ سے صلح نہ کرے بلکہ تیرے خلاف جنگ کرے تو تجھے چاہئے کہ اس کا محاصرہ کرے"

"اور جب خداوند تیرے خدا نے اسے تیرے قبضہ میں دیدیا تو تجھے چاہئے کہ اس کے ہر مرد کو تلوار کے گھاٹ اتارے"۔

"لیکن عورتیں اور بچے اور مویشی اور وہ تمام چیزیں جو اس شہر میں ہیں بلکہ اسکی تمام لوٹ کی چیزیں بھی تیری ملکیت ہونگی (استثناء ۲۰ - ۱۲ - ۱۴)

ہمیں معلوم نہیں کہ کن وجوہ کی بناء پر سعد نے ایسا فیصلہ دیا۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہودیوں کا حلیف ہوتے

کی وجہ سے اس نے ان سے دریافت کیا ہو۔ کہ ایسے حالات اگر انھیں پیش آئیں تو وہ کیا طریق اختیار کرینگے۔ اور ان کے قانون شرع کا علم حاصل کرنے کے بعد اس نے اس کے مطابق فیصلہ دیا ہو۔ یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان کے ساتھ گہرے تعلقات ہونے کی وجہ سے وہ ان کے قانون شریعت سے پہلے واقف ہو +

سعد کا فیصلہ کسی طرح ناجائز نہیں

دغابازی کا جو شرمناک جرم ان سے سرزد ہوا۔ اس سے قطع نظر کرتے ہوئے اس قدر صاف بات ہے۔ کہ اگر انھیں مسلمانوں پر فتح حاصل ہو جاتی تو وہ بعینہٖ ویسا ہی سلوک ان سے کرتے۔

یہودی اس کو ظلم نہیں سمجھتے۔ اور نہ عیسائیوں کو ایسا سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ بھی تورات کے مندرجہ بالا حکم کو ایک الہامی قانون سمجھتے ہیں۔ آج اس قدر مدت گزر جانے کے بعد یہ سزا سخت معلوم ہوتی ہے۔ خواہ عہد حاضرہ کی ایک ہی مہذب جنگ میں اس سے دس گنا زیادہ خون کیوں نہ بہ جائے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قومی ہستی کی ضروریات اسی قسم کی سزا کی متقاضی ہوتی ہیں۔ بنو قریظہ کی طرف سے یہ دوسری دفعہ دغابازی کا ارتکاب ہوا تھا۔ اور ایسے موقعہ پر انھوں نے یہ حرکت کی۔ جب مسلمانوں کی قومی ہستی ایسے خطرہ میں تھی۔ کہ گویا مٹ جاتی۔ فیصلہ اس شخص نے دیا جس کو خود یہود نے اپنی طرف سے ثالث منتخب کیا تھا۔ فیصلہ ان کی اپنی شریعت کے مطابق دیا گیا۔ اور اس شریعت کو وہ خدائی شریعت سمجھتے تھے۔ پس ان حالات میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر کیونکر حرف آسکتا ہے +

اسلام مغرب میں

قبول اسلام کی صلاحیت مغربیوں میں پیدا ہو رہی ہے

(جناب مولانا عبداللہ بسمل صاحب کے قلم سے)

ٹراٹسکی پر اسلام کا اثر

اسلام رفتہ رفتہ اہل مغرب کے دلوں میں گھر بنا رہا ہے۔ اور ذہین اور سعید روحیں خود بخود دین فطرت کے سامنے گردنیں جھکا رہی ہیں آپ نے ٹراٹسکی کے قبول اسلام کی داستان سن لی۔ یہ وہ شخص ہے جس کا شمار روس جدید کی اعلےٰ ترین شخصیتوں میں تھا۔ اصول سوویٹ کے مجدد اعظم کامریڈ لینن کے بعد ٹراٹسکی کا درجہ سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اور اس کا یہ اعتراف ہے کہ میں نے یہودی مذہب کو پرکھا۔ مگر اس کو ناقص پایا۔ پھر میں عیسائیت کی طرف دوڑا۔ مگر اس سے بھی مجھے بہت جلد نفرت ہوگئی۔ بالآخر مجھے اسلام میں امید کی جھلک نظر آئی۔ ٹراٹسکی خود لکھتا ہے :-

"اب جبکہ میں عمر رسیدہ ہوتا جاتا ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ مجھے بھی ایمان اور ایک آسمانی مذہب کی ضرورت ہے ۔ ۔ ۔ میں نے اسلام کے اصول کی تحقیق کی۔ اور اس کے قوانین اور براہین پر نظر غائر ڈالی۔ میں نے اس کو واقعی خصائص حسنہ سے مملو پایا۔ اسلام اجازت دیتا ہے کہ ہم اس کے اصول و آئین پر بحث کریں۔ اور اس لئے اب میں اسلام قبول کرتا ہوں" +

ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ٹراٹسکی پر اسلام کی تعلیم نے گہرا اثر کیا ہے۔ اور اس نے خدا کے اس برگزیدہ مذہب کو اس لئے نہیں قبول کیا (جیسا کہ مولانا حسرت موہانی کے اخبار "مستقل" نے لکھا ہے) کہ اسلام کمیونزم سے بہت قریب ہے۔ بلکہ اس میں بالکل نامعلوم فرق موجود ہے۔ بلکہ ٹراٹسکی کے قبول اسلام کی وجہ یہ ہے کہ یہ ایک مدلل اور معقول مذہب ہے۔ جو ہر شخص کو اپنی تعلیمات پر گفتگو کی اجازت دیتا ہے۔ اور خصائص حسنہ سے مملو ہے۔

سر ہیوبرٹ رنکین کے خیالات

روس کی اس نامور شخصیت کے قبول اسلام کی خبر کے ساتھ ہی انگلستان کے ایک عالی نسب اور بلند مرتبت انگریز کے حلقہ بگوش اسلام ہونے کی خبر آئی ہے۔ ان کا نام سر ہیوبرٹ رنکین ہے۔ اور آپ بیرونٹی کے وارث ہیں

+ موصوف مشن ووکنگ کی اسلامی تحریک کے ماتحت قبول اسلام کر چکے ہیں۔ آپ کا فوٹو مئی ۱۹۲۹ء کے رسالہ میں شائع ہو چکا ہے۔ خواجہ عبدالغنی

سر موصوف نے جن حالات میں اسلام کے آگے گردن اطاعت خم کی ہے۔ اس کی کیفیت ان کی اپنی زبان سے سُننی چاہیئے۔ لکھتے ہیں

"گزشتہ چند برسوں سے میں بتدریج کلیسیائے انگلستان سے کنارہ کشی کر رہا تھا۔ اور نہایت ٹھنڈے دل سے سنجیدگی کے ساتھ مسیحی معتقدات پر غور کرتا رہا ہوں۔ بالآخر اس نتیجہ پر پہنچا کہ کلیسیائی اعتقادات کسی صورت میں بھی قائل بخش نہیں ثابت ہو سکتے۔ اور چونکہ مسیح محض ایک انسان تھے۔ اس لئے میرا تثلیث پر ایمان لانا ناممکن ہے" +

سر ہیوبرٹ نے اس کے ساتھ اسلام کا مطالعہ جاری رکھا۔ اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسلام دنیا کا بہترین مذہب ہے۔ اور سوچنے سمجھنے والے دماغوں کی پیاس مذہب کے سوا کوئی نہیں بجھا سکتا۔ اس بناء پر آپ نے اپنا سر اپنی فطرت کے آگے جھکا دیا۔ اور اب آپ کی یہ کیفیت ہے کہ آپ نے اپنی زکوٰۃ کا بہترین مصرف یورپ میں تبلیغ اسلام قرار دیا ہے۔ اور نہایت سرگرمی سے تعلیم اسلام کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو گئے ہیں +

ایک کیتھولک پادری

ایک اور مسیحی پادری نے جو بڑی مدت تک یونی ایٹڈ سٹیلڈین فرقہ کے کیتھولک پادری کا کام کرتے رہے ہیں۔ اور جن کا نام ریورنڈ ڈیوڈ بنجمن کلدانی بی۔ ڈی ہے۔ کامل غور و خوض کے بعد قبول اسلام کا اعلان کیا ہے۔ ان کے خاص الفاظ یہ ہیں :-

"میرا قبول اسلام سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص ہدایت اور فضل کا نتیجہ ہے اور کوئی اسباب اپنے اندر نہیں رکھتا! اللہ تعالیٰ کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر ہر ایک قسم کا علم و فضل اور جستجو اور صداقت کے معلوم کرنے کی تمام دوسری کوششیں ممکن ہے۔ کہ انسان کو گمراہی کی طرف لے جائیں +

یہ قبول اسلام کا ریورنڈ ڈیوڈ بنجمن کی ذہنیت پر براہ راست اثر ہے لیکن حقیقت کو انہوں نے اپنے ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

"جس لمحہ میں اللہ تعالیٰ کی کامل توحید پر ایمان لایا۔ اسی وقت اس کا پاک رسول محمد صلعم میرے اخلاق اور سیرت کے لئے ایک اسوۂ حسنہ بن گیا"۔

---

۱ عشر پونڈ نو (؟) اور مسلم مشن ووکنگ میں جمع کرائے ہیں۔ خواجہ عبدالغنی

اس کے یہ معنے ہیں۔ کہ حضور سرورعالم توحید کامل کا ایک مسلم الثبوت مجسمہ تھے۔ اور توحید الٰہی کے اعتقاد سے حسن اخلاق اور سیرت کی تخلیق ہوتی ہے۔ آنحضرت صلعم کی ذات پاک میں وہ بدرجۂ اتم موجود تھے۔ ان الفاظ سے ظاہر ہے۔ کہ ریورنڈ موصوف نے نہ صرف قرآن کریم کا بامعان نظر مطالعہ کیا بلکہ پیغمبر اسلام صلعم کے مقدس حالات زندگی کی علمی اور تاریخی چھان بین کی ہے۔ اور بالآخر وہ مشرف باسلام ہو گئے +

ہالینڈ کی ایک خاتون

تحقیق حق اور قبول حق کا جذبہ مردوں ہی میں نہیں۔ بلکہ مغرب کی عورتوں میں بھی پھیل چکا ہے اور وہ بھی مذاہب کے اضافی مطالعہ کے بعد اسلام کی برتری اور فوقیت کو تسلیم کرنے لگی ہیں۔ انہی میں ایک مس ہیڈ امسٹرڈیم (ہالینڈ) کی رہنے والی ہیں۔ جنہوں نے گہرے مطالعہ کے بعد اسلام کو اپنا آویزۂ گوش بنا لیا ہے۔ مس ہیڈ نے جن کا موجودہ نام "ہدایت ہیڈ" ہے ایک مبسوط مضمون اپنے قبول اسلام پر لکھا ہے جس میں انھوں نے بتایا ہے کہ دس سال قبل اسلام کو جس نظر سے اہل مغرب دیکھتے تھے۔ اس کو بالکل مختلف نظر سے اب دیکھ رہے ہیں۔ پہلے اس سے انھیں نفرت تھی۔ اب وہ دلی رغبت کے ساتھ اس سے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔ پہلے وہ اسلام کے ہر قول اور تاریخ اسلام کے ہر واقعہ کو پادریوں کی متعصب عینک سے دیکھتے تھے۔ اب وہ ان کا براہ راست مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان میں یہ ذوق تحقیق اور شوق جستجو جنگ عظیم نے پیدا کر دیا ہے جس میں عیسائیت پورے طور پر بے نقاب ہو کر ان کے سامنے آگئی۔ اور اس کے تمام نقائص ایک ایک کر کے نمایاں ہو گئے تھے۔ اس حالت میں ان کے دل میں خود بخود کسی کامل مذہب کی تلاش کا ولولہ پیدا ہوا۔ جب انھوں نے دنیا کے مختلف مذاہب کا مطالعہ کیا تو انھیں معلوم ہوا کہ اسلام میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں۔ جو کسی فطری اور مکمل مذہب میں ہونی چاہئیں۔ اور یہ اسی کا نتیجہ ہے۔ کہ اب پہلے کی نسبت بہت زیادہ لوگ دین فطرت کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ اور جن کو خدا نے بصیرت دی ہے۔ وہ اس کے قبول کرنے میں تامل نہیں کرتے +

تبلیغ اسلام کی ضرورت

اس سے ظاہر ہے کہ اگر اسلام کو صحیح طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا جاتے۔ اور بڑی کثرت سے اسلامی لٹریچر کو

دنیا میں پھیلا جائے تو مذہب اس کے فکر کو قبول کرنے کیلئے تیار بیٹھا ہے لیکن ہماری تو یہ کیفیت ہے۔ کہ ہم ہندوستان کے اندر بھی تبلیغ اسلام کا کوئی ایسا نظام اب تک قائم نہیں کر سکے۔ جو پورے جوش اور کامل استقلال کے ساتھ اسلام کی نشر و اشاعت کر سکے۔ تاہم اس میں کلام نہیں کہ عہد حاضر میں قبول اسلام کی صلاحیت بنی نوع انسان کے سواد اعظم کے دل میں پیدا ہو چکی ہے۔ اور اگر ہم غیر کے جیسے جیسے دماغوں کو رام کر لیں تو عامۃ الناس کا دین فطرت کے آگے سر تسلیم خم کر دینا کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے حق یہ ہے کہ ہم نے موجودہ وقت کی ہنگامہ آرائیوں میں فریضہ تبلیغ اسلام کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے۔ حالانکہ اس فرض کی ادائیگی میں دین و دنیا دونوں کی بہتری موجود ہے +

ترقی کے سبب سے اسلامی شرائع میں تجدید کی ضرورت

آج زمانہ بالکل بدل چکا ہے۔ تو کیا اسلام اور مسلمان جیسے تھے ویسے ہی رہینگے؟ یہ سوال ہے۔ جو موجودہ مسلمان نوجوانوں کے دماغوں کو پریشان کر رہا ہے۔ عیسائی مناظرین عموماً اسلام پر یہ اعتراض وارد کرتے ہیں۔ کہ یہ اک جامد مذہب ہے جسمیں ترقی اور اصلاح کی مطلق گنجائش نہیں مسلمانوں کا قدامت پسند طبقہ جو تعداد میں بھی بہت ہے۔ اسبات پر فخر کیا کرتا ہے۔ کہ دنیا بھر کے قوانین اور عقائد بدلتے ہیں لیکن اسلامی قوانین غیر متبدل ہیں۔ برعکس اس کے ترکوں کا یہ عالم ہے۔ کہ تجدید و اصلاح کے جوش میں انھوں نے ان تمام امور کو ہباءً منثورا کر دیا ہے۔ جو اُن کے خیال میں مقاصد ملی کی راہ میں مزاحم ہو رہے تھے۔ اگر ایک اسلامی مملکت میں مرتد عن الاسلام کو سنگسار کیا جاتا ہے۔ تو دوسرے میں از سرتا پا یورپین قوانین کا نفاذ عمل میں آتا ہے۔ اگر ایک اسلامی ملک میں خلافت کیلئے تگ و دو کی جاتی ہے۔ تو دوسرے میں سرے سے خلافت ہی کو اڑا دیا جاتا ہے۔ پس ان حالات میں ہمارے سامنے یہ سوال درپیش ہے۔ کہ اسلام میں کسی طرح کی اصلاح ممکن ہے یا نہیں +

سینٹ پال نے عیسائیت کو اسکی ابتدائی صدی ہی میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور یہودی رنگ کی جگہ یونانی طرز کو رواج دیدیا تھا۔ ہم مسلمان اسلام کے آخری اور کامل مذہب ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ اسلئے ہم سینٹ پال کی سی تو کوئی اصلاح نہیں کر سکتے ہاں یہ کر سکتے ہیں۔ کہ قرون اولے

کے مسلمانوں کی سی زندگی اپنے اندر پیدا کر لیں۔ خود آنحضرت صلعم نے بھی فرمایا ہے۔ کہ کل بدعۃ ضلالۃ
وکل ضلالۃ فی النار یعنی ہر بدعت (دین میں نئی بات کو رواج دینا) گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی
دوزخ میں گرا دیگی۔ بادی النظر میں تو اصلاح کی کوئی گنجائش نظر نہیں آتی۔ اور اس لحاظ سے ہمارے
وہابی دوست ہی سچے معنوں میں اسلام کے پیرو کہلا سکتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اسلام میں اہلسنت کے
مختلف الصحیح العقاید فرقوں کی تاریخ مذہبی پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا۔ کہ حنفیت شافعیت
مالکیت اور حنبلیت یہ چاروں مورد تبدل رہی ہیں۔ شریعت میں حسب ضرورت تبدیلی ہوتی رہی ہے
اور نہ صرف دنیاوی بلکہ دینی امور میں بھی نئے قوانین کا اجرا ہوتا رہا ہے۔ ان فرقوں کی ابتدا سے پہلے
بھی خلفائے راشدین کے زمانہ میں شرائع دینی محل تبدل رہی ہیں۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت ابو بکرؓ سے
درخواست کی کہ قرآن کو ایک مجلد میں جمع کر لیا جائے تو انھوں نے پہلے تو اس فعل کو بدعت قرار دیا۔ لیکن
جب حضرت عمرؓ نے ایسا کرنے کی حکمت اُن پر ظاہر کی تو وہ مان گئے۔ اور اس کے علاوہ قرآن مجید
میں اعراب بھی لگائے گئے۔ آیات کی نشانیاں اور مختلف اوقات بھی درج کی گئیں۔ نتیجہ یہ نکلا
کہ خود ہمارے مذہب کے سرچشمہ یعنی قرآن مجید پر اس نوع کی بدعت وارد ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ
نماز تراویح کی بیس رکعت اور جمعہ کی نماز والی اذان بھی ان امور میں سے ہیں۔ جو خلفاء نے داخل شرع کئے
اور اب تمام دنیا اُن پر اسی طرح عمل پیرا ہے۔ جیسے کہ دیگر سنن پر۔ قرآن مجید میں بھی وارد ہوا ہے
"سبیل المومنین" یعنی مومن مسلمانوں کا طریق کار۔ احادیث میں بھی ایک حدیث اس مضمون کی
ملتی ہے "فرمایا۔ آنحضرت صلعم نے جب میں تم سے دین کی کوئی بات کہوں تو اُسے قبول کر لو
اور جب میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ نیز یہ کہ جو شخص کوئی
سنت حسنہ قائم کرتا ہے۔ اس کو اتنا ہی ثواب ملیگا جتنا اس پر چلنے والے کو۔ نیز یہ کہ ہر صدی کے
آغاز میں اللہ تعالیٰ ایک محدث کو مبعوث فرمائیگا جو اسلام کی تجدید کریگا۔ یہی وجہ ہے کہ تاریخ اسلام میں
ہم کو بہت سے مجددین اور مجتہدین کے نام ملتے ہیں۔ ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ مذہب اسلام
میں تجدید و اصلاح کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ شرط یہ ہے۔ کہ تجدید و اصلاح جو کچھ بھی ہو حقیقت اسلام سے
مطابقت رکھتی ہو۔ اور حقیقت اسلام کا واحد منبع قرآن مجید ہے۔ جسکی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی مقدس
زندگی جو بعد اس کلام اللہ ہی کے احکامات کی عملی تفسیر ہے گذری ہے۔ اس جگہ یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ

اسلام میں اصلاحی کام کی صورت کیا ہوگی؟ موجودہ فقہ اسلامی کی تدوین فقہائے اسلامی کی مرہون منت ہے، اسمیں شک نہیں وہ لوگ بڑے عالم تھے۔ اور قرآن و حدیث کے پورے طور پر متبع تھے۔ اور ہر معاملہ میں صحابہ کے اجماعی فتاوے کو اپنے پیش نظر رکھتے تھے الغرض وہ لوگ تفقہ فی الدین کے پورے طور پر اہل تھے۔ لیکن انھوں نے قیاس سے بہت کام لیا۔ اور یہی وہ بات ہے جس کی وجہ سے وہ آئندہ زمانہ کے لئے صحیح اور کارآمد دستور العمل بنانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اگرچہ ان کی نیت اچھی تھی۔ صاف ظاہر ہے کہ آئندہ کا علم سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں ہے۔ اور مجتہدین بھی دوسرے فقہا اور قانون سازوں کی طرح غلطی کر سکتے ہیں۔ اگرچہ عام طور پر ان کے فتاوے اغلاط سے محفوظ ہوتے ہیں۔ انھوں نے بعض امور کو غیر قابل تبدیل فرض کر کے بہت سے مسائل انہی سے مستنبط کرنے لئے بعض صورتوں میں انھوں نے ان باتوں کو جو وقتی طور پر مفید تھیں ہمیشہ کیلئے مفید سمجھ لیا۔ اور ان کو اصول زندگی قرار دیدیا۔ مجتہدین کا یکے بعد دیگرے پیدا ہونا ہی اس امر کی دلیل ہے۔ کہ اسلام کی ابتدائی تین صدیوں میں بہت سے مجتہدین کیلئے گنجائش تھی جو باوجود اختلافات باہمدگر ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ اور تمام اسلامی دنیا ان کی عزت کرتی تھی۔ تو آئندہ بھی مجتہدین ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ عام طور پر مسلم ہے کہ باب اجتہاد بند نہیں ہوا ہے لیکن عملاً ایکہزار سال سے کوئی مجتہد اسلام میں ایسا پیدا نہیں ہوا۔ جو چار مشہور ائمہ کے مقابلہ میں پیش کیا جا سکے پس اس معاملہ میں مسلمان ہزار سال تک پیچھے رہ گئے۔ اب اصولی باتوں کو چھوڑ کر واقعات کی طرف نظر ڈالئے مثال کے طور پر مسئلہ سود کو لیجیے۔ قرآن شریف میں تین موقعوں پر سود کی ممانعت کی گئی ہے (۲: ۲۷۶ و ۳: ۱۲۵ و ۴: ۱۶۱) اور ہر جگہ اس کا ذکر صدقہ اور زکوٰۃ کے مقابلہ میں کیا گیا ہے۔ حرمت سود کی وجہ یہ تھی کہ سود لینا دوسرے پر ظلم روا رکھنا ہے اور یہ بھی خیال تھا کہ مسلمانوں پر اسلامی قوانین ہی نافذ رہینگے۔ اور کوئی غیر مسلم ان سے سود نہ لیگا لیکن ان صورتوں میں کوئی صورت بھی ہندوستان میں موجود نہیں ہے۔ برٹش گورنمنٹ سے سود لینا یقیناً ظلم کی بات نہیں۔ اور اگرچہ ایک مومن سود نہ لے لیکن دینے کیلئے مجبور ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان مفلس ہوتے جاتے ہیں۔ اور ہمسایہ قومیں مالدار۔ سود کی ممانعت کرتے ہوئے قرآن شریف کہتا ہے۔ نہ تم دوسروں پر ظلم کرو۔ اور نہ دوسروں کو اپنے اوپر ظلم کرنے دو۔ ۲: ۲۷۹ لیکن ہم دوسروں پر ظلم تو نہیں کرتے۔ ہاں دوسرے ہم پر ظلم ضرور کر سکتے ہیں۔ اسی لئے بعض فقہا کا یہ خیال ہے کہ حرمت سود عمومی نہیں ہے اور غیر مسلم ممالک میں سود لینا جائز ہے۔

اس تحریر سے میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم میں سے ہر شخص مصلح اور مجتہد بن بیٹھے۔ بلکہ یہ کہ ہم اس بات کو

محسوس کریں کہ آج اسلام میں تجدید و اصلاح کی اشد ضرورت ہے۔ اور جب کبھی اور جہاں کہیں اصلاحی کام شروع کیا جائے تو صحیح طریقہ پر۔ اور وہ صحیح طریقہ اجماع اُمت کو مدنظر رکھنا ہے، جس کی تعریف فقہ حنفی میں یوں کی گئی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر چلنے والے مجتہدین کا کسی شرعی امر میں متفق ہو جانا اجماع کہلاتا ہے۔ آجکل کے زمانہ میں جبکہ لیگیوں اور کانفرنسوں کا زور ہے۔ یہ امر کچھ مشکل نہیں کہ ایک عظیم الشان اسلامی کانفرنس منعقد کی جائے۔ تاکہ جملہ امور متنازعہ کا فیصلہ ہو سکے۔ اور آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ جس امر کو عامۃ المسلمین پسند کر لیں، خدا بھی پسند کریگا۔ شرط یہ ہے کہ وہ پسندیدگی روح اسلام کے منافی نہ ہو +

زیادہ افسوس اس بات کا ہے۔ کہ جہاں کہیں کتب فقہ میں اصلاح و تجدید کی گنجائش بھی موجود ہے وہاں بھی مسلمان ضروری اصلاح روا نہیں رکھتے۔ مثلاً مسئلہ انتخاب خلیفہ جسمیں مسلمانوں کو اپنا حاکم خود منتخب کرنا چاہئے نہ کہ نسلاً بعد نسل لوگوں کا حاکم بنجاتا جو سراسر اسلامی تعلیم کے خلاف ہے۔ غیر عربی بولنے والے اسلامی ممالک میں دوسری غلطی یہ ہے کہ خطبہ قبل نماز جمعہ عربی زبان میں پڑھا جاتا ہے حالانکہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ سب کی رائے ہے کہ خطبہ فارسی زبان میں بھی جائز ہے۔ آخر میں یہ گذارش ہے کہ اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اسلام سمجھدار طبقہ میں عزت کی نگاہوں سے دیکھا جائے۔ اور مسلمانوں کا تعلیمیافتہ طبقہ اسلام کا حلقہ بگوش رہے۔ تو انھیں بعض امور میں اصلاح کرنی ناگزیر ہے۔ بغیر اس کے بلاد مغرب میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ لیکن یاد رہے۔ کہ اصلاح سے میرا مطلب تجدید ملت ہے۔ نہ کہ ترویج بدعت ۱۲ +

فقط اسلام ہی موجودہ مذہبی خیالات کی دُنیا میں ہماری رہنمائی کرسکتا ہے

نوٹ:۔ ذیل میں اس مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ جو الحاج لارڈ ہیڈلے بالقابہ نے علامہ عبداللہ یوسف علی سی۔ بی۔ ای۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل ایم۔ آئی سی ایس (ریٹائرڈ) کے زیر صدارت ۱۰ فروری ۱۹۲۹ء کو اتوار کے دن پانچ بجے مسلم عبادتگاہ ۱۱۱ کیمپڈن ہل روڈ لنڈن برٹش مسلم سوسائٹی کے ممبران کے سامنے دیا تھا (اڈیٹر ریویو)

حال ہی میں یہ بات ہمارے مشاہدہ میں آئی ہے کہ مشرق میں مغربی خیالات اور اصلاحی تجدیدی تحریکات کی آبیاری کے سبب سے افغانستان میں زبردست خانہ جنگی برپا ہو گئی۔ اور اس لئے شاید بعض احباب میرے

لفظ "تجدید" کے استعمال کو حیرت سے دیکھیں لیکن اصلاحی تجاویز کا خیر مقدم کرنا اس سے بہتر ہے کہ انسان بالکل
جامد ہو کر رہ جائے جس کی بدولت اسکی پوزیشن بالکل غیر محفوظ اور نازک اوقات میں بیحد تیرہ و تار ہو جاتی ہے
چنانچہ اس امر کی مثالیں "عقلمند اور بیوقوف کنواریوں" اور اس "شتر مرغ" کے قصہ میں ملتی ہیں جس نے
شکاریوں کو دیکھ کر اپنا سر ریت میں چھپا لیا تھا۔ دنیا میں واقعات کا مقابلہ علی الاعلان کرنا
پڑے گا۔ یہ نہیں کہ حالات کچھ ہوں اور ہم انھیں کچھ فرض کر لیں +

اسلام کی تجدید کے یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتے کہ اسے مغرب کے سانچہ میں ڈھال دیا جائے لیکن
اسمیں بھی شک نہیں کہ جب تک اسلام کے فروعی امور میں تبدیلیاں نہ کی جائینگی اس وقت یہ مبارک مذہب
اہالی یورپ کے لئے مفید نہیں ہو سکتا۔ اور جب تک نئے ماحول سے مطابقت نہ ہو گی اسکی اشاعت معلوم
یعنی مختلف حالات میں صورت کار بھی مختلف ہونی ضرور ہے۔ مخالفت ضرور ہو گی لیکن جو
لوگ ہمارے پاکیزہ مذہب کی اشاعت چاہتے ہیں۔ تاکہ خلق خدا کا بھلا ہو۔ انھیں ہر تکلیف برداشت
کرنے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔ تاکہ اپنا مقصد حاصل کر سکیں۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے "جسقدر آندھیاں
زور سے چلتی ہیں بلوط کی جڑیں اسیقدر گہری زمین میں پہنچتی ہیں۔ اسیطرح جسقدر مصائب آتے ہیں اسی قدر میرا
ایمان خدا پر مضبوط ہوتا ہے" ایک مومن اگر یہ عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ جو کچھ وہ کر رہا ہے۔ خدا کی مرضی کے
مطابق کر رہا ہے۔ تو پھر وہ اپنے افعال کی خاطر آگ میں کودنے کیلئے بھی طیار ہو گا۔ ممکن ہے کہ اس کا
کوئی فعل تفنگ بہ تاریکی کا مصداق ہو۔ لیکن اگر اسے اپنے فعل کی صداقت پر اطمینان ہے تو پھر اسے
کوئی خوف نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا زبردست ہاتھ ہر وقت اسکی مدد کیلئے طیار ہے
وہ آگ میں بھی گریگا تو سلامت رہیگا۔ یہ بات کی حقیقت وہی لوگ سمجھ سکتے ہیں جن کو اکثر مشکلات
میں سے صحیح سلامت نکل آنے کا موقعہ ملا ہے +

کچھ عرصہ ہوا میں نے اپنی ایک چھوٹی سی کتاب موسومہ "آیندہ" کے متعلق خیالات میں یہ
لکھا تھا "چالیس برس کے مسلسل غور و فکر کے بعد بھی میرے دل میں یہ خیال نمایاں طور پر موجود تھا کہ
مذہب انسانی خیالات کا نتیجہ ہے نہ کہ کوئی خدائی فعل لیکن مشرقی ممالک کی سیاحت سے اسلام کی
عظمت کی حقیقت بھی مجھ پر منکشف ہو گئی تھی۔ کیونکہ اگر کوئی قوم سچے دل سے عبادت کرتی ہے تو
وہ مسلمان ہیں جو اتوار کے علاوہ بھی خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ مسلمان اپنے

خدا پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ اور ہر لحظہ اسکی معیّت کو محسوس کرتے ہیں تو میرے دل میں زبردست ہمدردی پیدا ہوگئی ہے۔ مجھے مسلمانوں کے ساتھ عبادت میں اک رُوحانی لطف محسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ وہ خلوص دل سے خدا کو یاد کرتے ہیں۔ اور جب اسی مذہب کا کوئی پیرو نماز کے وقت گھوڑے کی پشت سے چھوٹی سی جانماز اُتار کر زمین پر بچھاتا ہے تو اس کے فعل میں کوئی تصنّع یا نمائش نہیں ہوتی۔ اور صبح سے لے کر شام تک کئی مرتبہ وہ ایسا ہی کرتا ہے۔ اور جب وہ خدا کے حضور سجدہ کرتا ہے۔ تو ایسا محسوس کرتا ہے۔ گویا وہ اُس کی حضوری میں ہے۔ اُسے اپنی عبادت میں کبھی کسی پادری یا پروہت کی ضرورت نہیں پڑی۔ اور نہ فضل ربّانی کے حصول میں کسی غیر کی امداد کی +

جنرل گارڈن نے مسلمانوں کے متعلق کہا تھا کہ ان لوگوں میں فریسی لوگوں کا قائمقام کوئی طبقہ نہیں ہے۔ خواہ وہ کچھ بھی خیال کیوں نہ قائم کریں۔ لیکن اس کے متعلق کبھی اظہار فخر نہیں کرتے اور نہ فریسیوں کی طرح دوسروں پر فتوے لگاتے ہیں۔ کہ فلاں شخص دوزخی ہے اور فلاں جنتی اور نہ اُن سے وہ ناشائستہ حرکات سرزد ہوتی ہیں۔ جو طبقہ فریسی سے مخصوص ہیں"۔ میں بھی اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر جنرل موصوف کے خیالات کی تائید کر سکتا ہوں۔ میں نے اپنے حلقہ واقفیت میں کبھی کسی مسلمان کو یہ کہتے نہیں سُنا۔ کہ فلاں طبقہ کے لوگ تو قطعاً جہنمی ہونگے۔ لیکن کلیسیا کے ارکان نے بارہا مجھ سے کہا۔ کہ اگر آپ کلیسیائی عقاید پر اعتقاد جازم نہ رکھینگے تو یقیناً دوزخ میں ڈالے جائینگے۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ عرب افغانستان شمالی افریقہ وغیرہ میں بکثرت ایسے مسلمان آباد ہیں جو انگلستان کے فرقہ پیوریٹن سے مشابہ ہیں۔ اور یہ لوگ مذہب میں اس درجہ محتاط ہیں۔ کہ قہوہ اور تمباکو بھی استعمال نہیں کرتے یعنی جہاں تک منزلی ممالک کا سوال ہے۔ یہ لوگ اس درجہ سختی روا رکھتے ہیں کہ یورپ کے لوگ اُن کو قطعاً برداشت نہیں کر سکتے +

تجدید بہر کیف زمانہ اور سائنس کے اتصال کا نتیجہ ہوتی ہے۔ زمانہ اپنی مقررہ رفتار سے زیادہ تیز نہیں چل سکتا۔ لیکن سائنس دن رات ترقی کر رہا ہے۔ اور اسکی رفتار ترقی مشرقی لوگوں کی آرام طلب زندگی کے بالکل ناموافق ہے۔ اختراعات اور ایجادات ایسی سُرعت کے ساتھ ظہور پذیر ہو رہی ہیں۔ کہ خواہ مخواہ اُن کے روکنے کو دل چاہتا ہے۔ اگرچہ علوم اور ترقیات کی تمہید [illegible]

قدمی کا فرض ہونا چاہئے لیکن نئی باتوں کو خواہ وہ قوانین میں ہوں یا رسوم میں یا مذہب میں بہت تامل کے بعد قبول کرنا چاہئے۔ اور یہ اصول ہمارے نبی کریم صلعم کی تعلیم کے موافق ہے +

اہلِ جاپان اس حیرت انگیز ترقی کی زندہ مثال ہیں جو دنیا کی عمدہ باتوں کی نقل کرنے کی خواہش کے ظہور میں آتی ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ چند سال ہوئے شاہ جاپان نے اسکاوٹ لڑکوں کو دنیا کے مختلف ممالک میں محض اس لئے بھیجا تھا کہ دنیا میں بعض بہترین مذہب کو معلوم کریں اور یہ کہ بہترین مذہب کس ملک میں رائج ہے۔ ان لڑکوں نے واپس آکر باضابطہ رپورٹ دی۔ اور جاپانی اراکین کی مجلس نے بہت غور و خوض کے بعد یہ فیصلہ کیا کہ ان کا موجودہ مذہب دیگر مذاہب مروجہ سے کمتر نہیں لہٰذا کسی تبدیلی کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی طریقہ اسلحہ کے متعلق بھی عمل میں آیا لیکن مختلف نتائج کے ساتھ۔ مجھے خوب یاد ہے کہ ایک زمانہ میں "جاپان" تیر و کمان کا ملک تھا لیکن اہل جاپان کی مستقل مزاجی اور صلاحیت طبع کی بدولت آج اس ملک کا شمار بلحاظ فوج دنیا کے بہترین ممالک میں ہوتا ہے۔ دو تین سال ہوئے ایک ڈنر کے موقعہ پر مجھ سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ شاہ افغانستان کا جام صحت تجویز کروں۔ اس موقعہ پر مجھے یہ تشویش ہوئی۔ کہ کیا کہوں لیکن نصف منٹ کے غور کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مناسب ہوگا۔ اگر شاہ افغانستان کو شاہ جاپان سے مشابہت دوں دلچسپ موازنہ کیلئے مجھے کافی مواد مل گیا۔ اور ایک بات تو نمایاں طور پر دونوں بادشاہوں میں مشترک تھی۔ یعنی ترقیٔ ملک کا خیال۔ اکثر مشرقی اقوام سیحد قدامت پسند واقع ہوئی ہیں۔ اور پرانی لکیر کی فقیر بنی بیٹھی ہیں مغرب کی ترقی ان کی نظر میں جادۂ اعتدال سے خارج معلوم ہوتی ہے جمود کی حالت بہر نوع ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ اور فطرت انسانی کو خلاء سے بھی زیادہ ناپسند کرتی ہے لیکن یہ امر زیادہ تر رفتار ترقی پر موقوف ہے۔ اور مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے۔ کہ غیر معتدل افعال سے بچنے کیلئے ہمیں بہت خبرداری سے قدم اٹھانا چاہئے۔ اور نہ غیر محتاط طریقہ سے نصیحت کرنا چاہئے جس کے عادی بعض اہل مذاہب شدت کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ اور جو مختلف الخیال لوگوں کو نہایت بری معلوم ہوتی ہے۔ اب میں چند ریمارک پیش کرونگا۔ اور مساجد میں عبادت کے متعلق چند تجاویز بھی بیان کرونگا +

موسیقی کی جاذبیت

اس حقیقت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ کہ لوگ عموماً اس چیز میں دلچسپی لیتے ہیں جو ان کے حواس ظاہری کی

مسرت کا سامان بہم پہنچاتی ہے۔ اور مسیحی کلیسیا کی قدیم ترین شاخ کی کامیابی کا راز بھی اسی امر میں مضمر ہے۔ کہ گرجوں میں عمدہ تصاویر اور نفیس مجسمے اور دلنواز نغمے اعلیٰ خوشبویات جیسے حسین لڑکے عمدہ پوشاک پہنے ہوئے ہر چہار طرف لئے پھرتے تھے۔ اور مذہبی گیت گایا کرتے تھے مغرب میں شاید ہی کوئی شخص ایسا ہوگا۔ جو ان دلچسپیوں سے متاثر نہ ہو۔ اور کوئی تعجب نہیں اگر کیتھولک گرجے نسبتاً زیادہ معمور نظر آتے ہیں کیونکہ ان میں سامان دلچسپی زیادہ ہوتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے۔ کہ بالمقابل اسلام میں صورت حال کیا ہے؟ مسلمان کی ساری ضروریات صرف ایک جانماز سے پوری ہو جاتی ہیں۔ جس پر وہ کھڑا ہوتا ہے۔ رکوع اور سجود کرتا ہے۔ اسکی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں جذب ہو جاتی ہے یا سورۂ فاتحہ کی خوبیاں اسے محو کر دیتی ہیں۔ اگر یہ بھی نہ مل سکے تو نماز کے لئے جانماز کی بھی ضرورت نہیں۔ اور اس کے نہ ہونے سے مسلمان کی نماز اور توجہ میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا۔ کیونکہ وہ جملہ انسانی امداد سے بالاتر ہے۔ اور سوائے خدا کے کسی شے سے متاثر نہیں ہو سکتا۔

بحیثیت ایک یورپین ہونے کے جسے عموماً موسیقی اور فنون لطیفہ بہت مرغوب ہیں میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ موسیقی سے میری عبادت میں ضرور خلل پڑتا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے۔ کہ عبادت کرنے کیلئے اسکی ضرورت نہیں۔ کہ کوئی خارجی شئے ہماری معاونت کرے۔ اور یہی بات میں ہر جگہ محسوس کرتا ہوں جہاں کہیں بھی موسیقی بطور تفریح سننے کو ملتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص عمدگی کے ساتھ گا رہا ہو تو مجھ سے گفتگو نہیں ہو سکتی۔ اور اگر میں کسی کے ساتھ سرگرم سخن ہو جاؤں تو پھر موسیقی کا لطف نہیں اٹھا سکتا۔ اگر میں کسی اہم مسئلہ پر گفتگو کرنے لگوں اور کوئی شخص نغمہ سرائی شروع کر دے تو پھر میں سلسلہ کلام جاری نہیں رکھ سکتا۔

عبادت کے موقعوں پر دنیاوی خیالات سے ہمارے ذہن کو بالکل خالی ہونا چاہئے! اور میری نظر میں فلک بوس پہاڑوں کی برفانی چوٹیاں عبادت کے لئے بہترین مقام کہی جا سکتی ہیں۔ علاوہ ازیں مسجد میں سب مسلمانوں کا دوش بدوش کھڑا ہونا بھی دل میں خالق اکبر کی عظمت پیدا کرتا ہے۔ اور تمام مسلمان جو مساجد میں آتے ہیں۔ وہ نہ تو نغموں کے لئے آتے ہیں نہ تصاویر کے لئے بلکہ صرف واحد لاشریک خدا کی عبادت کے لئے جیسا کہ سورۂ فاتحہ میں لکھا ہے۔ کہ اے خدا ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں! اور تجھ ہی سے

مدد چاہتے ہیں ہماری رہنمائی سچے رستہ پر کر۔"

ان آیات سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ مسلم سوائے خدا کے اور کسی سے سروکار نہیں رکھتا۔ کلمۂ اللہ اکبر میں سب کچھ آجاتا ہے۔ اور جب ہم خدا کی صفات بیان کرتے ہیں جو در اصل عبادت کا مغز ہے۔ تو اسی میں ہماری توجہ کا راز پوشیدہ ہے۔ جو بات مجھے مساجد کی نماز با جماعت میں نہایت ہی عمدہ معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ کہ ہماری دعاؤں میں خاص خاص مہربانیوں یا رعایات کا رونا مذکور نہیں ہے۔ بلکہ ہر مسلم اس احساس میں محو ہو جاتا ہے۔ کہ خدا اس کے ساتھ ہے۔ اور اسکی دعاؤں کو سنتا ہے۔ اور اسی لئے میرا خیال ہے کہ بہت سے لوگ در باطن مسیحی عقاید سے تسلی نہیں پا سکتے۔ اور اگر وہ اسلام جیسے سیدھے سادے مذہب میں شامل ہو جائیں تو انھیں بیحد مسرت ہوگی۔ ضروری رسوم میں کسی قسم کی تبدیلی کی رائے اظاہر کرنا میری نظر میں اچھی بات نہیں۔ ہاں معمولی اور فروعی باتوں میں تبدیلی کر لینا ایسا ہے جسے نہ مسلمان پسند کرینگے نہ مسیحی۔ موسیقی اور اس کے خوشگوار اثر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کئی دفعہ مجھے یہ خیال آیا کہ اگر چند مسیحی مذہبی نظموں کو مساجد میں نہیں بلکہ لکچروں میں داخل کر دیا جائے۔ خاص کر ان نظموں کو جن میں مسیحی عقاید کا ذکر نہ ہو تو مغرب میں اسلام کو بہت سے لوگ مل سکتے ہیں۔ جو حلقہ بگوش ہونے کے لئے طیار ہیں۔ اگرچہ اس مسئلہ کے متعلق میں نے اپنے عالم دوستوں سے استصواب رائے نہیں کیا ہے لیکن اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ عموماً مسلمان لوگ اس امر کا اعتراف کرینگے کہ اگر اس معاملہ میں میں اپنی ذاتی رائے کا اظہار کر رہا ہوں تو محض اس لئے کہ جب اسلام کی خوبیوں کا اعتراف مغرب میں پورے طور پر ہونے لگے تو اسلام میں اتحاد اور یکرنگی کی ضمانت قائم ہو سکے۔ کوئی شک نہیں۔ کہ اہل مغرب اور مشرق دونوں مجھ پر اعتراض بھی کرینگے اور نکتہ چینی بھی خصوصاً جبکہ میں ایسی نازک بات پیش کر رہا ہوں خواہ وہ انتخابات ان نظموں ہی کی کیوں نہوں جن میں صرف خدا کا ذکر کیا گیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی عقیدہ قرآنی تعلیم کے خلاف نہ ہو تو اسے نظم کر لیا جائے اور بیرون مساجد لکچروں سے پہلے خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا غیر مناسب نہیں ہوگا۔ مثلاً نظم ۲۶ پر کسی مسلمان کو کیا اعتراض ہوگا۔ جسمیں لکھا ہے کہ "اے خدا تو نے زمین اور آسمان پیدا کئے" یعنی یہ اس نظم کا پہلا مصرع ہے۔ یا اس نظم پر جس کا نمبر ۲۷ ہے "اے آسمانی ازلی باپ جو ہماری نجات کے لئے پوری طاقت کا مالک ہے" یا نظم ۲۶۵ پر جس کا پہلا مصرع یہ ہے۔ "اے خدا جس نے ازمنۂ سابقہ میں ہماری امداد کی" یا نظم ۹ [illegible] سے پہلے "[illegible] آؤ ہم سب خدا کا شکر ادا کریں"۔ ان کے علاوہ اور بہت سی نظمیں ہیں

جن میں موسیقی تو ملحوظ ہے لیکن الفاظ ہمارے زاویہ نگاہ سے مناسب نہیں۔ پس ان کی جگہ قرآن مجید سے مناسب آیات درج کی جا سکتی ہیں +

بہت سے لوگ ایسی تجاویز پر اعتراض کرینگے لیکن اس امر کا احساس کہ خدا نے تمام انسانوں کو پیدا کیا ہے۔ خواہ وہ مشرقی ہوں یا مغربی اور وہ سب کی دُعاؤں کو سُنتا ہے یقیناً ان کی تسلی کر سکتا ہے کہ اسلام کی عالمگیر اخوت ان تنگ نظر خود غرضانہ خیالات سے بہت بالا ہے۔ بلکہ اس کا اقتصاد تو یہ ہے۔ کہ تمام دُنیا کی بہبودی مدنظر رہے۔ چند روز ہوئے میں نے عدم رواداری کی ایک عجیب مثال مشاہدہ کی میں اپنے ایک پرانے عیسائی دوست کے جنازہ کی نماز میں شریک ہوا اور بعد ازاں میں لوگوں سے نماز مذکورہ کی سادگی کی تعریف کر رہا تھا۔ اس اثنا میں ایک معمر عیسائی خاتون نے یوں گوہر فشانی کی کہ آپ تو مسلمان ہو گئے ہیں اب گرجہ میں آپ کا کیا کام؟ بلکہ اسکی رائے تو یہ تھی کہ مجھے گرجے میں اندر آنے کی اجازت ہی کیوں دی گئی؟ کیونکہ اس کی رائے میں میری موجودگی سے وہ مقدس عمارت ناپاک ہو گئی ہو گی محض اس وجہ سے کہ میرے معتقدات نہ ہبی اس عورت کے معتقدات سے مختلف تھے۔ مجھے اس امر کا کافی احساس ہے کہ میرے اعلان اسلام پر اس قسم کے لوگوں کے یہاں صف ماتم بچھ گئی ہو گی لیکن اس قسم کے اعتراضات بعید از قیاس نہیں ہیں۔ اور نہ میں انکی کچھ پرواہ کرتا ہوں لیکن اگر مجھے بجرا معلوم ہوتا ہے تو یہ کہ کوئی ذی ہوش انسان محض مذہبی اختلافات کی بنا پر مجھے خدا کے گھر میں آنے سے روکے۔ سچ سچ میں اس بات کو بالکل پسند نہیں کرتا۔ اور علی الاعلان کہتا ہوں کہ حلیم اور نیک مسیح ؑ جس کی تعلیم پر ہر مسلمان عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کبھی بھی کسی آدمی کو خانہ خدا میں آنے سے نہ روکتا۔ یہ لوگ کس قدر تنگدل اور کوتاہ نظر ہیں جو یہ سمجھتے ہیں۔ کہ سوائے اُن کے اور کسی کی طرف خُدا کی توجہ مبذول ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسے لوگوں سے صرف یہی کہونگا کہ "بُردباری سیکھو رواداری دکھاؤ" اپنی نجات کا اس قدر یقین نہ رکھو کہ اپنے سوائے کل دُنیا کو دوزخی سمجھو۔ اگر ایسا کرو گے تو یقیناً دوسروں کو فائدہ پہنچاؤ گے۔ اور دوسرے بھی تمہاری عزت کرینگے +

"ایمان لاؤ ورنہ دوزخی ہو گے" یہ عقیدہ اب نہ کسی کو پسند آ سکتا ہے اور نہ دوسرے لوگ اس قول کے حامی کی عزت کر سکتے ہیں۔ اور اس زمانہ میں جبکہ ہم لوگ یہ کہنا پسند کرتے ہیں۔ کہ نیکی کرو کیونکہ خدا تم سے یہی چاہتا ہے۔ کوئی شخص یہ سُننا پسند نہیں کر سکتا کہ نیکی کرو ورنہ دوزخ میں ڈالے جاؤ گے۔ تنگ نظری کی دوسری مثال یہ ہے۔ کہ ایک بوڑھے مسلمان کو محض اس لئے اسکے پوتے کے اصطباغ کے موقعہ پر گرجہ میں آنے سے

ہوگیا کہ وہ عیسائی نہیں تھا۔ اور اس لئے وہ نیک مرد اپنی اولاد کی شادیوں میں بھی شرکت نہ کرسکا +

یہ تمام باتیں کس قدر ذلیل اور خفیف ہیں۔ اور ہمارے نبی کریم صلعم کے طرزِ عمل سے کس قدر مخالف! جب آپ نے یہ سنا کہ جو عیسائی لوگ آپ سے ملنے آئے ہیں انھیں اپنی عبادت کے لئے کوئی موزوں مقام نہیں ملتا تو آپ نے خود ارشاد فرمایا۔ کہ "تم لوگ ہماری مسجد میں آکر بڑے شوق سے عبادت کرسکتے ہو" چنانچہ اُن لوگوں نے حسب الارشاد نبوی مسجد ہی میں اپنی عبادت ادا کی۔ اور نہ مسلمانوں کو اس سے کوئی تکلیف ہوئی نہ عیسائیوں کو بلکہ میرا یہ خیال ہے کہ دونوں جماعتوں میں محبت اور اخوت کے جذبات پیدا ہوئے ہونگے +

بعض ناظرین یہ خیال کرینگے کہ میں ان امور کو بہت اہمیت دے رہا ہوں لیکن وجہ اسکی یہ ہے کہ میں اپنے دوستوں کو اس امر کے لئے طیار کرنا چاہتا ہوں کہ جب بعض کوتاہ نظر اور متعصب لوگ انھیں ستانا شروع کریں تو وہ تعجب نہ کریں۔ ان لوگوں کی تعداد اسلام سے زیادہ مسیحیت میں ہے +

فرض کیجیئے کہ انگلستان کے مسلمان مقدس موسیقی کو رواج دینا چاہتے ہیں۔ اس میں کوئی بات اسلامی نقطۂ نگاہ سے بُری نہیں ہے لیکن بہت ممکن ہے کہ متعصب طبقہ کے لوگ اس میں اعتراض کے پہلو نکالیں۔ یہ ضرور ہے۔ کہ چرچ آف انگلینڈ کے بہت سے ارکان ایسے ہونگے جو ہماری بات سے بہت خوش ہونگے کہ ان کے مقدس گیت قدرے تبدیلی کے ساتھ اسلامی جذبات کا آئینہ بن جائینگے +

اور میرا خیال ہے کہ مقدس موسیقی اسلامی نظریہ تحمید کے مخالف نہیں ہے۔ کیونکہ سورۂ فاتحہ تو شروع ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے "اے خدا سب تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں" پس ہم اپنے لکچروں اور دوسری تقریروں کو اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا سے شروع کرسکتے ہیں اور اس کے بعد تقریر وغیرہ ہوسکتی ہے آخر میں پھر حمد و ثنا پر اپنی تقریر کو ختم کردیں۔ اس قسم کی عبادت کو ہر وہ شخص پسند کریگا۔ جو مغربی قسم کی عبادت کا عادی ہوچکا ہے، نیز اس سے مشرقی لوگوں کے جذبات کا احترام بھی ہوسکتا ہے۔ بیشک مشرقی اور مغربی دونوں طبقوں کے متعصب لوگ اس معاملہ میں ہماری مخالفت کرینگے، عیسائی بھی اور مسلمان بھی بلکہ مسیحی کمیت کی کتابوں سے نغمات کی طرز اخذ کرنے پر بھی مخالفت ہوگی۔ اس زمانہ میں جبکہ کل بنی نوع آدم آپس میں منسلک ہوگئے ہیں۔ ہمیں ہر بات کو جدید خیالات کی روشنی میں سوچنا چاہیئے۔ اختراعات جدیدہ کی بدولت دس دس ہزار میل دور کے لوگ آپس میں قریب ہوگئے ہیں۔ ایک دوسرے سے بات کرسکتے ہیں، ملاقات کرسکتے ہیں۔ بلکہ یوں کہئے کہ بُعد مکانی قریب قریب مفقود ہوچکا ہے

ممکن ہے۔ کہ امروز فردا میں سائنس کی بدولت نیچر کی اور بہت سی مخفی طاقتیں بروئے کار آ جائیں۔ اور تمام دُنیا کے لوگ مختلف ممالک میں ایک دوسرے سے اپنی زبان میں گفتگو کر لیا کریں۔ اور یقیناً یہ بات ہمارے لئے زیادہ تعجب خیز نہ ہوگی +

انسان ایک حالت میں نہیں رہ سکتا۔ کیونکہ ترقی کرنا اسکی فطرت میں داخل ہے لیکن یہ کہنا ذرا مشکل ہے کہ دنیا نے بالجملہ ترقی کر رہی ہے یا تنزل۔ جوں جوں زمانہ گزریگا تجدید ہوتی جائیگی۔ اور جو بات آج جدید معلوم ہوتی ہے۔ وہ چند سال کے بعد داستان ماضی بن جائیگی۔ علم کیمیا میں جو تحقیقات ہوئی ہے۔ اسکی رُو سے انسانوں کے لئے بہت سی مفید باتیں معلوم ہو گئی ہیں۔ اور ایسے ذرائع بھی دریافت ہوئے ہیں۔ جن کی بنا پر لاکھوں آدمی آناً فاناً ہستی سے نیست ہو سکتے ہیں یادہ ہائے آتشگیر اور بم کے گولوں کو دیکھ کر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں مُدّعیان تہذیب ایکدوسرے کے ساتھ کس طرح پیش آتے ہیں گیارھویں صدی ہی ہیں جو ایک عیسائی سلطنت نے مسلمانوں کے خلاف حروب صلیبی کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ یقیناً اُس زمانہ میں اس کے ہمعصروں نے اس حرکت کو ایک ترقی یافتہ قدم سمجھا ہوگا +

بعض لوگ کہتے ہونگے کہ تعلیم کی بدولت بنی نوع انسان میں بہت کچھ ترقی ہو سکتی ہے لیکن جب ہم گردوپیش کے واقعات کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ جرائم کی نوعیت اور کثرت ایسی ہے۔ کہ مذکورہ بالا نظریہ صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ پارسال اس ملک میں صرف قتل کی بارہ ہزار وارداتیں ہوئیں جس کی آبادی بارہ کروڑ سے کم تھی۔ یہ اعداد وشمار اگر تخمینی ہوں تو بھی حیران کن ہیں۔ اگر تعلیم اور مذہب دونوں ہمیں مہذب نہیں بنا سکتے تو پھر اب کس کا آسرا تکیں؟ تعلیم سے اکثر اوقات ہم لوگ غیر مطمئن اور مغرور ہو جاتے ہیں۔ اور مذہب عموماً ہمارے اندر حسد اور تنگدلی پیدا کر دیتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یوں تو ہر مذہب نے ہمسائیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے لیکن شاید کوئی مذہب ایسا نہیں جسے ایک خاص طبقہ نے نقصان نہ پہنچایا ہو جو اپنے آپ کو معاملات مذہبی کا واحد اجارہ دار سمجھتا ہے۔ اور جہلا اور توہم پرست طبقہ کی سیادت پر فخر کیا کرتا ہے۔ یقیناً اسلام جملہ غیر معقول امور سے پاک ہے۔ اور اپنی سادگی کی وجہ سے طبقہ علماء و مشائخ کی ریشہ دوانیوں کا شکار نہیں ہو سکتا بعض اوقات لوگ

مجھ سے اسلام کے اصول و فروع کے متعلق دریافت کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ چند روز ہوئے میرے ایک دوست مسٹر ورد (امام مسجد ساوتھ فیلڈس) نے چند باتوں کے متعلق میرے خیالات معلوم کرنے چاہے۔ اور ابتدائی استفسار میں انھوں نے میرے ایک مضمون "کیا ہمارے اندرونی معاملات استوار ہیں؟" کا حوالہ بھی یا ہے۔ مفصلہ ذیل سوالات انھوں نے ارسال فرمائے ہیں:۔

(۱) مندرجہ ذیل فقرہ سے اسلام کی کونسی ظاہری رسم کی طرف اشارہ کیا گیا ہے؟

"قرآن یا دیگر ذرائع سے ہمیں اس بات کا پتہ نہیں لگ سکا کہ اسلام میں بہت سی ظاہری رسومات کہاں سے داخل ہو گئیں۔ نبی کریم صلعم نے تو ان کو داخل کیا نہیں اور نہ انھیں اصول دین قرار دیا"

(۲) ان اختلافات اور تعدد مآب رسومات و عقائد سے آپ کی کیا مراد ہے۔ جن کو آپ اسلام سے خارج کرنا چاہتے ہیں؟

(۳) کیا نجات کے لئے نماز پنجگانہ جیسا کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے ضروری یا نہیں؟

چونکہ ان سوالات میں کوئی بات خفیہ یا پرائیویٹ نہیں ہے۔ اسلئے میں سمجھتا ہوں کہ مسٹر ورد برا نہ مانینگے۔ اگر میں ان اوراق میں ان سوالات کا جواب دیدوں تاکہ ان کے علاوہ اور لوگ بھی میرے خیالات سے آگاہ ہو جائیں +

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جہانتک مجھے علم ہے اصول دین صرف یہ ہیں (۱) اطاعت خدا (۲) اعمال حسنہ۔ خدا سے وہی شخص صلح قائم کرسکتا ہے جو پورے طور سے اس بات کی فرمانبرداری کرے جو نیکی کا سرچشمہ ہے اور "صلح" میں "ایثار" کا رنگ بھی مخفی طور پر موجود ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ خود غرض آدمی سے صلح کر ہی نہیں سکتا۔ بنی نوع آدم سے ہمدردی کرتا اور دوسروں کے ساتھ وہی سلوک کرنا جسکے تم متمنی ہو۔ اسی جذبہ کا نام قربانی یا حسن سلوک ہے۔ اور یہی بات اسلام کی روح رواں ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ بیشک تم میں سے جو کوئی ایمان لاتا ہے۔ اور نیک کام کرتا ہے اس کو خدا کی طرف سے اجر ملیگا۔ اور نہ اسے ڈر ہوگا نہ وہ رنجیدہ ہوگا (قرآن مجید ۲: ۱۱۲) پس ثابت ہوگا کہ اسلام کی رو سے نجات صرف انہی دو باتوں پر منحصر ہے۔ یہ خیال نہ کیجئے کہ میں رسوم و ارکان شریعت کی تحقیر کر رہا ہوں میرا مطلب صرف یہ ہے کہ دل اور روح کے رجحان کے مقابلہ میں تمام رسوم ظاہری ہیچ ہیں

ممکن ہے ایک مسلمان مسجد میں کبھی نہ جائے۔ لیکن خدا کی نظر میں نہایت نیک ہو۔ اور اگر وہ اپنے دل میں خدا کی محبت نہیں رکھتا تو پھر ساری نمازیں اور حج سب بیکار ہیں۔ اسلام کو بحیثیت مذہب ایک فوقیت یہ حاصل ہے۔ کہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھنے کی وجہ سے ناپاک خیالات دل میں آہی نہیں سکتے اسبات کا تصور ناممکن ہے۔ کہ ایک نیک دل مسلمان دن میں پانچ دفعہ خدا کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھے۔ اور پھر شام کو وہ خیالات دل میں آنے دے جن کے متعلق اس کا ضمیر یہ کہتا ہے کہ وہ برے ہیں۔ میں اس وقت کو کبھی نہیں بھول سکتا جبکہ پہلی مرتبہ سورۂ فاتحہ کی حقیقت میری سمجھ میں آئی غیر معمولی قوت سے اس دعا نے میرے دل پر اثر پیدا کیا۔ کیونکہ اسمیں خدا کی تمجید پر بڑا زور دیا گیا ہے اور نہایت سادہ طریق پر صراط مستقیم کی طلب کی گئی ہے۔ مجھ پر کسی اور دعا کا اس قدر اثر نہیں ہوا۔ اور میں اکثر اوقات صبح کو جب بستر سے اٹھتا ہوں تو از خود یہ دعا میری زبان پر جاری ہوتی ہے جس طرح خواب میں۔ اسلام کی قوت کا راز ایک حد تک اسکی دعاؤں کی سادگی میں مضمر ہے، جس کا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام دراصل دل کا مذہب ہے نہ کہ جسم کا۔ میرا خیال ہے۔ کہ ان چند سطور میں میرا دلی مطلب ادا ہوگیا ہوگا۔ یعنی اصول اسلام مقدم ہیں اور رسوم ظاہری مؤخر۔ اور یہ ناممکن ہے۔ کہ آنحضرت صلعم نے اسکے خلاف کیا ہو۔ اب رہا سوال نمبر ۲ اس کے متعلق میں یہ کہونگا کہ آئے دن جو نئے فرقے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی وجہ سے بہت دشواریاں پیدا ہوتی رہتی ہیں مثلاً قادیانی فرقہ کو لے لیجئے۔ یہ لوگ ایک نبی کے پیرو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو ہیں، جنھیں یہ لوگ "مسیح موعود" کہتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی اور آدمی انھیں "مسیح موعود" نہ کہے تو یہ لوگ اس سے برسرپرخاش ہو جاتے ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں۔ کہ یہ لوگ یورپ میں تبلیغ اسلام کے رستے میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ راسخ العقیدہ مسلمانوں سے بالکل الگ تھلگ رہتے ہیں۔ اور بلحاظ عقاید ان میں اور دیگر مسلمانوں میں بعد المشرقین ہے۔ آپ غور کریں ایک قادیانی اپنے امام کے حکم سے اسبات کا پابند ہے۔ کہ اپنی بیٹی کسی مسلمان کو نہ دے۔ کیونکہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتا۔ نہ کسی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھے اور نہ کسی مسلمان کا جنازہ پڑھے۔ حد ہوگئی۔ منافرت اور مخالفت کی!!! اور ان لوگوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص مرزا صاحب کو مسیح نہیں مانتا تو وہ اسلام سے خارج ہے۔ اور مرزا صاحب کا انکار ویسا ہی کفر ہے جیسا کہ آنحضرت صلعم کا

میں سمجھتا ہوں کہ ان مٹھی بھر آدمیوں کی یہ جرأت اور زیادتی سراسر لائق سرزنش ہے۔ اگر لوگ مجھ سے قادیانی صاحب کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ تو میں یہ کہدیتا ہوں کہ ہاں یہ لوگ مسلمان تو ہیں لیکن صراط مستقیم سے کسی قدر منحرف ہو چکے ہیں +

حقیقت بھی یہی ہے کہ ہر نیا فرقہ اسلام کے مقاصد کو نقصان پہنچانیوالا ہوتا ہے۔ کیونکہ مختلف فرقوں کی موجودگی میں ہم لوگ نہ اسلام کی وحدت کو شابت کر سکتے ہیں۔ اور نہ مخالفین پر اتمام حجت ہو سکتا ہے۔ اور زیادہ افسوس اسبات کا ہے کہ بعض فرقے تو مطلق رواداری نہیں جانتے۔ وہ بعض تو انین بنا دیتے ہیں۔ اور یہ چاہتے ہیں کہ کل اسلامی دنیا ان قوانین کے آگے سر تسلیم خم کردے۔ مجھے حال ہی میں یہ معلوم کرنے کا موقعہ ملا کہ بعض اسلامی فرقے آپس میں بیحد منافرت رکھتے ہیں۔ اور اس کا نتیجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ تمام اسلامی دنیا میں وحدت اسلامی مفقود ہو چکی ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ بعض نیک دل عیسائی جب مسیحیت کی فرقہ وارانہ جنگ سے تنگ آکر آغوش اسلام میں پناہ لیتے ہیں تو یہاں بھی وہی صورت حال نظر آتی ہے جو ان کے سابقہ مذہب میں ہے۔ مجھے امید ہے کہ مسٹر ورد کے سوال کے جواب میں فرقہ بندی کی برائی بھی پورے طور سے آشکارا ہو گئی۔ اور انھیں یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ خود ان کے فرقہ نے اسلام کو کس قدر نقصان پہنچایا ہے +

تیسرے سوال کے جواب میں یہ کہونگا کہ نماز پنجگانہ ہماری نجات کے لئے لازمی چیز نہیں ہے۔ یہ ضرور ہے۔ کہ تمام مسلمانوں کو پنجگانہ نماز کا حکم ہے۔ اور نبی کریم صلعم نے اسپارہ میں بہت تاکید فرمائی ہے لیکن یہ کہنا کہ نجات نماز پر منحصر ہے ایسا ہی ہے۔ جیسا عیسائیوں کا یہ کہنا کہ نجات عقیدہ اقانیم ثلاثہ پر ایمان لانے پر منحصر ہے۔ عموماً نیک مسلمان پابندی کے ساتھ پانچوں وقت نماز پڑھتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ کیونکہ جس بات کی تقلید ہمیں ضروری ہے۔ وہ یہ کہ نبی کریم صلعم کا سا دل ہے۔ اگر ہیں۔ کیونکہ آپ کا دل دن رات خدا کی تعریف میں مشغول رہتا تھا۔ میری اس تحریر سے کوئی صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں نماز روزہ اور دیگر شعائر اسلام کی منقصت کر رہا ہوں۔ ہرگز ہرگز نہیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ امور اسی طرح نجات کے لئے ضروری نہیں جس طرح تثلیث تجسّم کفارہ پر ایمان لانا عیسائیوں کی نجات کیلئے ضروری نہیں ہے۔ مسلمان اور عیسائیوں دونوں کے لئے جس بات کی ضرورت ہے وہ خدا پر کامل اعتقاد اسکی فرمانبرداری اور اسکی مخلوق کے ساتھ شفقت اور احسان۔ یہ وہ بات ہے

جو ہماری نجات کے لئے ضروری ہے۔ نہ کہ وہ جو لوگ خیال کئے بیٹھے ہیں۔ موسیٰؑ عیسیٰؑ اور محمد صلوات اللہ علیہم کی تعلیمات کا مطالعہ کرنے سے یہ بات بخوبی ظاہر ہوگئی کہ خدا ہم سے کیا چاہتا ہے۔ دنیا کی تاریخ کی موجودہ منزل میں انسانوں کے وضع کردہ قوانین اور عقاید یا مشرکانہ خیالات کسی عاقل کی نظر میں وقعت نہیں رکھ سکتے۔

"مدتوں سے لوگ تجربہ کر چکے ہیں کہ کسی غلطی کی اصلاح دوسری غلطی سے نہیں ہو سکتی" +

اے خدا تیری رحمت آفتاب کی طرح روشن ہے پھر کیا تو اپنے بچوں سے انتقام لیگا؟ کیا قتل و غارت تیرے غصہ کو فرو کر سکتے ہیں؟ کیا ظالمانہ موت ہمارے گناہوں کا کفارہ ہو سکتا ہے؟ لوگوں کے بنائے ہوئے عقاید ابھی تک عوام پر حکومت کر رہے ہیں۔ ہم لوگ دعا کرتے ہیں۔ کہ تبدیلی آئے۔ جیسے شام کی تاریکی صبح کی روشنی سے ملاقی ہو" +

ساٹھ سال پہلے جب میں بچہ تھا بہت سے لوگ ایسے موجود تھے جو "ناراض خدا" پر ایمان رکھتے تھے۔ اور خوشبویات اور بخور جلانے سے اسکی ناراضی دور کیجاتی تھی یا اس مقصد کیلئے بیگناہوں کا خون بہایا جاتا تھا۔ لیکن موجودہ زمانہ میں سائنس کی بدولت یہ تمام باطل عقائد روئی کے گالوں کی طرح اُڑتے جا رہے ہیں۔ اور میرا یہ خیال ہے کہ اب تو ہزار دو ہزار میں ایک آدمی بھی مشکل سے ملیگا جو ان باتوں پر ایمان رکھتا ہو گا۔ کہ خدا ان جہلیات سے خوش ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ میں کہ چکا ہوں۔ یہ بات قیاس میں ہی نہیں آسکتی کہ ہمارا خدا جو سراپا رحمت ہے کسی قسم کی قربانی کا محتاج ہو سکتا ہے۔ وہ ازلی باپ جو ہماری نجات پر قادر ہے ہمارا خالق ہے۔ اور اس نے ہماری زندگانی ارضی کے لئے ایک ایسی اعلےٰ تجویز مہیا کر دی ہے جس کی باریکیاں سمجھنے سے ہماری عقلیں قاصر ہیں اور نہ اس کا احاطہ کر سکتی ہیں۔ اور میں کبھی یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا کہ جب تک میں اُسے خوش کرنے کیلئے قربانی نہ کروں۔ وہ اپنا چہرہ مجھ کو نہ دکھائیگا +

جدید مسجد نظامیہ لندن

جیسا کہ اکثر سامعین کو معلوم ہے۔ کہ لندن میں مسجد تعمیر کرنے کا فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور ۱۹۲۷ء کے آخر میں ہندوستان اسی غرض سے گیا تھا۔ کہ مسجد کے لئے چندہ جمع کروں۔ تاکہ لندن کے وسط میں ایک عالیشان خانۂ خدا تعمیر کیا جائے پہلے یہ خیال تھا۔ کہ زمین مفت مل جائیگی۔ لیکن بعد میں معلوم ہوا۔ کہ ایسا ہونا ناممکن ہے۔ اس لئے میں اس فکر میں ہوں کہ ایک ایکڑ زمین مل جائے۔ لیکن آجکل زمین کی قیمت بہت بڑھی ہوئی ہے۔ یہ مسجد میرے دوست نظام حیدرآباد کے نام نامی سے منسوب ہوگی۔ جن کے پاس میں قریب دو ماہ مقیم رہا تھا اور انھوں نے ساٹھ ہزار پونڈ

کا شاہانہ عطیہ بھی دیا ہے +

ووکنگ میں ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد ہے لیکن وہ لندن سے بہت دور ہے۔ اور اس لئے خاص خاص موقعوں ہی پر وہاں اجتماع ہوسکتا ہے۔ ساوتھ فیلڈز میں ایک مسجد ہے لیکن وہ بھی لندن سے دور ہے۔ علاوہ ازیں وہ ایک خاص فرقہ یعنی قادیانیوں سے منسوب ہے۔ اور ان لوگوں کے عقاید جمہور اہلسنت و الجماعت سے اس قدر بعید ہیں کہ مصالحت کی کوئی صورت نہیں ہے +

مجوزہ نظامیہ مسجد کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ اسکی ساخت مشرقی طرز کی ہونی چاہئے یعنی وسط میں رکوع و سجود کیلئے کافی جگہ ہو۔ اور صحن کے آخر میں کرسیوں کی قطاریں جوان یورپین لوگوں کے لئے کارآمد ہونگی جنہیں مشرقی طرز نشست سے مناسبت نہیں ہے۔ اور ابھی اسلامی نماز کے عادی نہیں ہوئے ہیں۔ ان لوگوں کو سب سے بڑی دقت گھٹنے موڑنے میں پیش آتی ہے۔ مشرقی لوگ تو بچپن ہی سے دوزانو بیٹھنے کے عادی ہوتے ہیں۔ اور یوروپین لوگ اس طرح بیٹھنے میں بڑی دقت محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اس وجہ سے اسلام کا دروازہ ان لوگوں پر بند نہیں کیا جاسکتا۔ علاوہ بریں ضعیف اور "بچے" دونوں کو سجدہ میں بھی دقت محسوس ہوتی ہے۔ اگرچہ سجود قعود سے نسبتاً آسان ہے۔ پس ہم امید کرتے ہیں کہ معمولی سمجھ بوجھ اور تجدید اسلام کی رُوح سے واقف ہونے کے بعد یہ تمام دشواریاں بآسانی دُور ہوسکتی ہیں۔ اور لوگ بھی سمجھ لینگے۔ کہ جس چیز کی ہمیں ضرورت ہے۔ وہ "روح اسلام" ہے دگر ہیچ۔ یا پھر اس کے بعد نیت حسنہ جس کی بنا پر افعال سرزد ہوتے ہیں یا موسیٰ عیسےٰ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی سچی تعلیمات جو وحی الٰہی کے ماتحت ان کو ملی تھی یا یہ علم کہ فرض منصبی کے ادا کرنے سے ہم خدا کی مرضی پوری کر رہے ہیں۔ یہ تمام باتیں اسلام کے پیروؤں کے لئے نہایت لازمی ہیں +

اس جگہ ایک بات پر زور دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ مسجد نظامیہ فرقہ بندی سے بالکل بالاتر ہوگی۔ جملہ مذاہب کے لوگوں کے لئے اس کے دروازے کھلے رہینگے اور نہ امام کو نہ کسی لیکچرار کو اس امر کی اجازت ہوگی کہ وہ اپنے خطبات میں کسی فرقہ کی طرفداری کرے۔ ہم امید کرتے ہیں کہ از اول تا آخر صرف قرآن شریف ہی کی پیروی کرینگے۔ حضرت اقدس حضور نظام عالیمقام کی بھی یہی رائے ہے۔ اور علاوہ میرے باقی دوسرے ٹرسٹیوں کی بھی یہی آرزو ہے۔ عبادت اور موسیقی کے مسئلوں پر اس قدر اظہار خیالات کے بعد اب میں روزہ اور شراب نہ پینے کے متعلق کچھ باتیں پیش کرنی چاہتا ہوں +

پرہیزگاری

اس کے متعلق میں سمجھتا ہوں کہ یہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ کہ متمدن دُنیا کے تمام جرائم کا باعث کسی نہ کسی رنگ میں منشی عرقیات کو قرار دیا جاسکتا ہے۔ اس صورت میں ہر شخص اُس مذہب کو خوش آمدید کہیگا جو شراب خوری سے باز رکھتا ہے۔ اور پرہیزگاری کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر آپ انگلستان اور دوسرے ممالک کے شراب کے اخراجات کے بل ملاحظہ کریں تو حیران ہو کر رہ جائیں گے۔ پولیس کے محکموں سے دریافت کرنے پر معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ لاکھوں روپیہ خرچ کیا گیا ہے۔ لیکن جرائم کا انسداد نہیں ہوا۔ بلکہ اور بہت سے عیوب ظہور پذیر ہو گئے۔ ہم لوگ بغیر شراب کے بھی زندہ رہ سکتے ہیں۔ ہماری صحت بھی بہتر ہو سکتی ہے۔ اور ضروریات زندگی کیلئے روپیہ بھی کافی بچ جائیگا۔ اور سب سے بڑی برکت یہ ہوگی کہ جرائم سے محفوظ رہینگے۔ راسخ العقیدہ مسلمان شراب اور دیگر منشیات سے کُلی پرہیز کرتے ہیں۔ اور اس طرح وہ ایک عمدہ مثال قائم کر سکتے ہیں۔ جس کو ہر مُلک کی پرہیزگار جماعت نہایت عزت کی نگاہ سے دیکھیگی معتدل شراب خوری اکثر مغربی ممالک میں رائج ہے۔ اور میرا خیال ہے کہ مغربی لوگوں کی کثیر جماعت اُس مذہب کو پسندیدہ نظروں سے دیکھیگی جو اعتدال اور تقوے کی تعلیم دیتا ہے خواہ وہ اس پر پورے طور سے عملدرآمد نہ کر سکیں۔ شروع میں ہم کو نو مسلموں پر شدید پابندیاں عاید کرنی مناسب نہیں ہیں۔ کیونکہ ایسا کرنے سے ہم خود ان اعتراضات کا نشانہ بن جائینگے۔ جو ہم عیسائیوں پر کیا کرتے ہیں۔ کہ عیسائی مذہب میں بعض باتوں اور رسُومات پر ایمان لانا نجات کے لئے ضروری ہے۔ مثلاً لندن کے ایک مشغول انسان کے لئے یہ بات قطعی طور پر ناممکن ہے کہ وہ پانچوں وقت پابندی کے ساتھ نمازیں پڑھ سکے۔ رکوُع و سجود اور دیگر رسمی عبادات کے لئے اُسے وقت نہیں مل سکتا لیکن یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ دل میں پورے طور پر آنحضرت صلعم کا پیرو ہو۔ ممکن ہے۔ وہ خاموشی کے ساتھ کبھی کبھی اللہ تعالےٰ سے یہ دُعا کرے۔ کہ رُوح القدس کی توفیق ہر کام میں اس کے شامل حال ہو۔ اور اس کی یہ دُعا ربُ العزت کی درگاہ میں قبوُل ہو جاتی ہے۔ اگرچہ اُسے اپنی پیشانی زمین پر رکھنے کا موقع نہ ملے +

اِس دُنیا میں بہت سی ایسی باتیں ہیں جو عمدہ اور پسندیدہ ہیں لیکن ضروری نہیں۔ مثلاً کھانے سے پہلے اور بعد میں ہاتھ دھونا بہت اچھی بات ہے۔ لیکن ہر وقت ممکن ہے اور نہ ضروری

ضروری چیز تو خوراک ہے۔ یا وہ جذبۂ شکر گزاری جو کھانے والے کی طرف سے ظاہر ہوتی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کی زبردست صداقتیں ان لوگوں کے دلوں میں ضرور اثر کریگی۔ جو سچے مذہب کے لئے بیتاب ہو رہے ہیں۔ زندہ خدا کے متلاشی ہیں اور جن کے دلوں کو بت پرستانہ اور مشرکانہ عقاید سے تسلی نہیں ہوتی +

ممکن ہے بعض لوگ میرے خیالات سے پورے طور پر متفق نہوں لیکن شراب خوری کے متعلق ایک دلیل اکثر پیش کی جاتی ہے۔ جو یہ ہے۔ کہ انسان بالطبع کمزور ہے۔ اور اس لئے وہ بعض اوقات نہ صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے بلکہ جماعت کو بھی۔ پس اس عادت کے دور کرنے سے اکثر اوقات نفع کی جگہ نقصان پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کے جواب میں یہ کہتا ہوں کہ اسلامی تعلیم اس عادت کو رفتہ رفتہ کم کر دیگی۔ اور لوگ اسلام کی تعلیم سے متاثر ہوکر خود ہی شراب چھوڑ دینگے کسی ممانعت اور قانونی پابندی کی ضرورت ہی نہ ہوگی جیسا کہ امریکہ میں پائی جاتی ہے لیکن لوگ چھپ چھپا کر پیتے ہی ہیں۔ اور حکومت کو دھوکے دیتے رہتے ہیں ہمارا فرض ہے۔ کہ ہم تمام باتوں میں یکرنگی اور اتحاد پیدا کریں۔ تا کہ اصولوں کے متعلق اختلاف آراء نہ ہوسکے۔ جغرافیائی اور طبعی حالات اس جذبۂ مساوات میں مخل نہیں ہو سکتے جو آجکل تعلیمیافتہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں پیدا ہو رہا ہے۔ ایک عیسائی کو جو مسلمان ہوتا ہے اللہ اور مخلوق کے فرائض کی ادائیگی میں کوئی تبدیلی محسوس نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اُسے یہ سمجھنا چاہئے کہ ایک بار عظیم اس کے شانوں سے دُور ہوگیا ہے یعنی مُہمل عقاید اور مشرکانہ رسُوم کا بار۔ یا یہ جس طرح میں نے اپنے متعلق ایک مرتبہ کہا تھا۔ کہ تاریک سُرنگ میں سے نکل کر دن کی روشنی میں آگیا +

بُدھ اور مسیح

از قلم خواجہ کمال الدین صاحب

میرے خیال میں موجودہ تحقیقات کے بموجب شاید ہی کوئی بات عیسائیت میں ایسی ہو جو مسیحیت سے پہلے مذاہب پر مبنی نہ ہو۔ میری تصنیف "ینابیع المسیحیت" جس میں نے کلیسیا کی ہر بات کا ماخذ بُت پرستی کو ثابت کر دکھایا ہے۔ اور یسُوع کو متھرا اور دیگر دیوتاؤں کی عکسی تصویر ثابت کیا ہے۔ اب تک لاجواب ہی ہے تاہم کہا جاتا ہے۔ کہ یسُوع کی تعلیم مندرجۂ اناجیل اربعہ میں اصلیت کا رنگ بھی کہیں کہیں پایا جاتا ہے۔ اگرچہ انجیلوں کا یسوع پولوس کے یسُوع سے بالکل مخالف واقع ہوا ہے اوّل الذکر کی تصویر یقیناً مشرکانہ رنگ و روغن سے طیار کی گئی ہے لیکن کہا جاتا ہے۔ کہ یہ تصویر کسی اصل کی نقل نہیں ہے۔ اگرچہ موجودہ اناجیل اصلی نہیں ہیں۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ وہ ان

روایات پر مبنی ہیں۔ جو یسوع کے زمانہ سے چلی آرہی تھیں۔ لیکن یہ دعوے بھی قابل اعتماد نہیں ہیں۔ ممکن ہے کہ یسوع کو ایک سچا نبی تسلیم کرلیں جو یہودیا کے مختلف اضلاع میں گشت کرکے لوگوں کو ہدایت دیا کرتا تھا۔ لیکن اس بات سے وہ مسیحی مذہب کا خداوند نہیں بن سکتا۔ یہ مرتبہ جو اس کو دیا گیا ہے اُن واقعات کی بناء پر جو انجیل میں مذکور ہیں مثلاً معجزانہ پیدائش، چالیس دن کا روزہ ازمائش، مواعیظ حسنہ معجزات اور صعود الی السماء

بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ یہ ساری باتیں بُدھ کی زندگی میں بھی پائی جاتی ہیں۔ جو یسوع سے کئی سو سال پہلے پیدا ہوا تھا۔ اور یقیناً ایک تاریخی انسان گزرا ہے۔ اور کروڑوں آدمی اس کے پیرو ہیں۔ اور وہ ایک شاہی خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ شاہی ماحول سے اس کے دل کو تسلی نہ ہوئی اس لئے اس نے اپنا گھربار چھوڑ دیا، اور سلطنت بھی محض اس لئے سچا علم حاصل کرے، بعد ازاں اُس نے ایک مذہب کی بُنیاد ڈالی جس کی اخلاقی تعلیمات حسن تخیل کے لحاظ سے مسیحیت کے مزعومہ بانی یسوع کی تعلیمات سے بدرجہا ارفع ہیں۔ اور اس کی پیدائش بھی معجزانہ طریق پر ہوئی تھی۔ اگرچہ اُس کی والدہ کی شادی ہوچکی تھی۔ اور خاوند بھی موجود تھا۔ لیکن جس طرح مریم کے پاس فرشتہ آیا۔ اسی طرح بدھ کی ماں کے پاس ایک سفید ہاتھی خواب میں آیا۔ اور اس کے رحم میں داخل ہوگیا۔ دوسرے ہی دن اس کو حمل ٹھیر گیا۔ اس کے بعد پیدائش کا ذکر آتا ہے۔ اور اس معاملہ میں بُدھی تخیل مسیحی تخیل سے ارفع ہے۔ بُدھ اپنی ماں کے پیٹ سے عام آدمیوں کی طرح برآمد نہیں ہوا۔ بلکہ دائیں بغل سے۔ پیدائش کے وقت فرشتوں نے گیت گائے۔ اور آسمان پر بہت سے نشانات جن کا ذکر دوسرے دیوتاؤں اور یسوع کی پیدائش کے ضمن میں آتا ہے ظاہر ہوئے۔ بُدھ نے بھی روزہ رکھا لیکن اسکی مدت یسوع کے روزہ سے طویل تر تھی۔ اس کے بعد آزمائش آتی ہے۔ شیطان بُدھ کے پاس آتا ہے اور دُنیا کی حکومت اس کو دینے کا وعدہ کرتا ہے۔ بلکہ اپنی دختروں کو بھی بُدھ کے ساتھ بیاہ دینے پر طیار ہے۔ اگرچہ یہ لڑکیاں نہایت حسین تھیں۔ مگر بُدھ نے ان سب باتوں سے انکار کیا۔ آزمائش ختم ہونے کے بعد بُدھ کو عرفان حاصل ہوا۔ اور لوگوں کو ہدایت کرنی شروع کی۔ اس کا پہلا وعظ بنارس کی ایک پہاڑی پر ہوا۔ دوران وعظ میں اکثر اوقات تمثیلات استعمال کیں جن میں سے زیادہ تر وہی ہیں جو انجیلوں میں یسوع سے منسوب ہیں۔ معجزات میں سے

جن کی تعداد یسوع کے معجزات سے کہیں زیادہ ہے قابل ذکر بُدھ کا دریائے گنگا پر پیدل چلنا ہے اور یہی معجزہ باختلاف اسم ومکان یسوع سے منسوب ہے یسوع کا سانپ کو مغلوب کرنا محض ایک مستنبط عقیدہ ہے۔ لیکن بُدھ نے سچ مچ سانپ سے جنگ کی۔ اور یہ سانپ شیطان ہی تھا۔ جس نے شکل تبدیل کر لی تھی۔ بُدھ بھی مع جسم عنصری آسمان پر گیا اور کچھ عرصہ تک وہاں رہا۔ بعدازاں واپس آگیا۔ لیکن یسوع کے متعلق یہ محض ایک خیال ہی خیال ہے +

آیندہ کسی وقت میں یہ بھی ثابت کرونگا۔ کہ وہ تمام تعلیمات جو یسوع سے منسوب ہیں درحصل بُدھ کے مقدس ہونٹوں سے نکلی ہیں۔ لیکن جو واقعات اُوپر بیان کئے گئے ہیں اتنا تو ان سب سے ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کہ وہ تمام باتیں جو انجیلوں میں یسوع کے متعلق بیان کی گئی ہیں۔ درحصل بُدھ کی زندگی کے واقعات ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ سلوکس کی وفات کے بعد بیکٹریا جو وسط ایشیا میں واقع ہے۔ اور سلطنت یونان کا ایشیائی دارالخلافہ تھا۔ بُدھ مذہب کا مرکز ہو گیا تھا۔ اور یہیں سے بُدھ مذہب مغرب میں شائع ہوا۔ اگر عیسائی مذہب کی ابتدا کسی مشرکانہ ملک میں ہوئی تو وہ بھی بُدھ مذہب کے اثر سے خالی نہ ہوگا۔ میری کتاب "ینابیع المسیحیت" کے بعض نقاد کا یہ خیال ہے۔ کہ مذہب ستورکے جملہ افراد انسانی تخیل کا نتیجہ ہیں۔ لیکن بُدھ یسوع سے زیادہ تاریخی انسان ہے۔ بعض بہترین حکماء کا یہ خیال ہے۔ کہ یسوع محض ایک فرضی نام ہے۔ لیکن بُدھ کی شخصیت پر کبھی کسی نے شک نہیں کیا ہے +

اب اگر ہم یسوع کی سوانح حیات میں سے وہ تمام امور نفی کردیں جو بُدھ یا بُت پرستوں کے مذہب میں پائے جاتے ہیں۔ تو پھر یسوع کے پاس کچھ نہیں رہتا۔ مختصر یہ کہ پولوسی اوہیت کا یسوع درحصل مشرکوں کا دیوتا ہے۔ جو یہودی مسیح کے لباس میں پیش کیا گیا ہے اور جو تصویر انجیلوں میں کھینچی گئی ہے۔ وہ درحصل بُدھ کی تصویر ہے۔ جو ایک یہودی نبی کے لباس میں پیش کی گئی ہے +